امام ابو حنیفہؒ کی شان محدثیت
اور
الموسوعۃ الحدیثیہ لمرویات الامام ابی حنیفہ
پر
اعتراضات کے جوابات
تالیف
شیخ محمد نعمان مکی

فہرست مضامین

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان محدثیت
اور
"الموسوعۃ الحدیثیہ لمرویات الامام ابی حنیفہ"
پر اعتراضات کے جوابات

کنگ عبد اللہ میڈیکل سٹی مکہ مکرمہ

"الموسوعة الحديثية لمرويات الإمام أبي حنيفة" کا تعارف

پہلے ہم " الموسوعة الحديثية لمرويات الإمام أبي حنيفة " کا تعارف پیش کرتے ہیں، پھر اس پر کیے گئے اعترضات کے جوابات پیش کیے جائیں گے۔

" علماء احناف پر امام صاحبؒ کا ایک قرض تھا گویا وہ ادا ہو گیا "

تقریباً پچھلے سو سال سے علماء احناف کی جو تمنا اور کوشش تھی کہ امام ابو حنیفہ علیہ رحمۃ کی ساری احادیث کو ایک انسائکلو پیڈیائی انداز میں جمع کر دیا جائے۔ تاکہ غیر مقلدین کی طرف سے، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر جو قلیل الحدیث ہونے کا بہتان ہے، وہ علمی انداز میں زائل ہو۔ ایک ایسا علمی کارنامہ جس کی تمنائی ایک مؤقر علماء امت اپنے دلوں میں لیکر اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

مؤلف موسوعہ نے اپنے مقدمہ میں ان علماء کرام کے نام کی تفصیل ذکر کی ہے جن میں امام مولانا عبد الحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام العلامہ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا العلامہ ظفر احمد العثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی مہدی حسن شاہ جہاں پوری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابو الوفاء الأفغانی رحمۃ اللہ علیہ، اور مولانا العلامہ عبد الرشید النعمانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ حضرات شامل ہیں۔ اس طرح یہ کام قرض کے طور پر علمائے احناف کے ذمہ باقی رہا، یہاں تک کہ اللہ رب العزت نے اس عظیم کام کی تکمیل کا شرف مقیم البلد الامین محدثِ العصر حضرت مولانا لطیف الرحمن صاحب بہرائچی دامت برکاتہم العالیہ کے مقدر میں لکھ دیا۔ آپ محدث کبیر علامہ حبیب الرحمن الاعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ الحمد للہ حضرت محدث العصر مولانا لطیف الرحمن صاحب قاسمی دامت برکاتہم العالیہ کی طویل جد وجہد اور حضرات مشائخ کرام کی خصوصی توجہ اور دعاؤں کی برکت سے یہ عظیم کام پایہ تکمیل کو پہنچا ہے۔

وجہِ تالیف الموسوعۃ:

یہ بات مُسلَّم ہے کہ ہر "فقیہ" محدث، مفسر اور ادیب ہوتا ہے تو ہی وہ اجتہاد کا ملکہ حاصل کر سکتا ہے۔ اسی طرح سیدنا امام الائمہ، سراج الامہ، رئیس الفقہاء، محدثِ کبیر، حافظِ حدیث، امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی (و:۸۰ھ-م:۱۵۰ھ) رحمہ اللہ کے اوصافِ مخصوصہ: علم و عمل، زہد و تقویٰ، ریاضت وعبادت اور فہم و فراست کی طرح، آپ کی شانِ محدثیت، حدیث دانی اور حدیث بیانی بھی، اہل ایمان میں مسلم اور ایک ناقابل انکار حقیقت ہے؛ لیکن اس کے باوجود، کچھ کم علم اور متعصب افراد نے امام صاحب پر "قلیل الحدیث" اور "یتیم فی الحدیث" وغیرہ ہونے کا الزام لگایا ہے، جو خالص حسد وعناد پر مبنی ہے۔

چنانچہ علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ: "علامہ ذہبی وغیرہ نے امام ابو حنیفہ کو حفاظ حدیث کے طبقے میں لکھا ہے اور جس نے ان کے بارے میں یہ خیال کیا ہے کہ وہ حدیث میں کم شان رکھتے تھے، تو اس کا یہ خیال یا تو تساہل پر مبنی ہے یا حسد پر"۔ (الخیرات الحسان، ص: ۶۰، وانجاء الوطن)

چنانچہ محدث العصر حضرت مولانا لطیف الرحمن صاحب مکی حفظہ اللہ کی مرتب کردہ " **الموسوعة الحديثية لمرويات الإمام أبي حنيفة** " کو پڑھنے کے بعد الحمدللہ امام صاحبؒ کی شانِ محدثیت روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی، کہ آپ صرف محدث ہی نہیں بلکہ امام حدیث، حافظِ حدیث اور صاحبِ "جرح و تعدیل" ہونے کے ساتھ ساتھ، کثیر الحدیث ہونے میں بعد کے محدثین مثلاً امام بخاری و مسلم وغیرہ کے ہم پلہ ہیں۔ جس سے آپ کا علمِ حدیث میں بلند مقام و مرتبہ کا ہونا ظاہر ہے۔ نیز آپ پر حدیث کے حوالے سے کیے گئے اعتراضات کا بے بنیاد ہونا بھی ان شاء اللہ ثابت ہو جائے گا۔

مختصر تفصیلات:

موسوعہ کی تکمیل کے لیے محدث العصر حضرت مولانا لطیف الرحمن صاحب مکی حفظہ اللہ نے دنیا بھر کے کتب خانوں کے اسفار کیے، خاص طور پر ہندوستان، پاکستان، سعودی عرب، مصر، ترکی، روس اور انڈونیشیا وغیرہ میں موجود مکتبات پہنچ کر ان کی مخطوطات کی فہرست کو کھنگالا اور اس فن کے ماہرین سے رابطہ فرمایا۔ اور احادیث کی تمام کتابوں کی ورق گردانی کی، خواہ وہ مسانید ہوں یا سنن یا صحاح یا جوامع یا مصنفات یا مستدرکات یا معاجم یا اجزاء یا مشکلات الآثار یا کتب الزوائد یا کتب اطراف وغرائب یا کتب رجال و تاریخ یا طبقات و تراجم وغیرہ۔ غرض یہ ہے کہ قرن اول سے لیکر قرن عاشر تک امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی پھیلی ہوئی احادیث جو اسانید متصلہ کے ساتھ ہوں ان کو ایک جگہ جمع کیا۔ جس کے نتیجے میں متعدد مسانید جو آج تک چھپے نہیں تھے بلکہ وہ مخطوطات ہی کی شکل میں موجود تھے، ان کو حاصل کر کے ان کی تحقیق و تخریج کر کے نشر کیا۔ خاص طور پر چند ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

1. مسند الإمام أبي حنيفة للحارثي
2. مسند الإمام أبي حنيفة لابن خسرو
3. مسند الإمام أبي حنيفة لابن المقرئ
4. مسند الإمام أبي حنيفة للثعالبي
5. مسند الإمام أبي حنيفة لابن ابی العوام
6. كشف الآثار الشريفة في مناقب أبي حنيفة للحارثي

چند کتابیں جو پہلے سے متداول تھیں ان پر از سر نو کام کیا ہے:

1. جامع المسانید للخوارزمی
2. آثار الامام ابی یوسف
3. آثار الامام محمد ابن حسن الشیبانی
4. مسند ابی حنیفۃ لأبی نعیم الاصبھانی

اور کچھ ایسے رسالے جو پہلے چھپے نہیں تھے، ان کی تحقیق کر کے ان کو نشر کیا، جیسے

1. الاربعین المختارۃ من الحدیث الإمام ابی حنیفۃ
2. عوالی الإمام ابی حنیفۃ
3. احادیث السبعۃ عن سبعۃ من الصحابۃ

پھر پندرہ سال کی مسلسل جدوجہد سے پورے ذخیرہ احادیث کو کھنگال کر کے ان کی ترتیب، تبویب اور تہذیب کر کے امام صاحب کی ۱۰۶۱۳ (دس ہزار چھ سو تیرہ) مرویات جمع کیں۔ اور ان پر تحقیقی کام کیا۔ اور الحمد للہ اب یہ انسائکلوپیڈیا، الموسوعۃ الحدیثیۃ لمرویات الإمام أبي حنیفۃ کے نام سے عربی میں ۲۰ جلدوں میں شائع ہو کر منظر عام پر آ گئی ہے جس میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مکمل دفاع، علم حدیث میں آپ کا عظیم مقام اور آپ کی مرویات پر ہوئے کام کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ حضرت کے اس علمی کارنامے کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ

"علماء احناف پر امام صاحب کا ایک قرض تھا گویا وہ ادا ہو گیا"

کتاب کا اسلوب اور منہج:

حضرت مولانا حذیفہ وستانوی صاحب حفظہ اللہ نے اپنے رسالے میں محدث العصر حضرت مولانا لطیف الرحمن صاحب مکی حفظہ اللہ کے حوالے سے موسوعہ کا جو اسلوب اور منہج تحریر کیا ہے وہ پیش خدمت ہے۔

" مولانا کے بیان کے مطابق کتاب کل ۲۰ / جلدوں میں ہے، جس میں طویل مقدمہ ہے جو ۳ / جلدوں پر مشتمل ہے، جس میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مکمل دفاع، علم حدیث میں آپ کا عظیم مقام اور آپ کی مرویات پر ہوئے کام کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ بہت سی غلط فہمیاں اس بارے میں جو علمی حلقوں میں رائج ہے اس کی نشان دہی کی گئی ہے اور اسے دور کیا ہے۔ ماشاء اللہ کتاب فقہی اور حدیثی دونوں ترتیب کی رعایت کے ساتھ مرتب کی گئی ہے۔

کتاب کا آغاز "باب ماجاء فی تصحیح النیۃ" سے کیا ہے، جس کی پہلی روایت یہ ہے :

اخبرنا أحمد بن محمد الهمداني، ثنا أحمد بن محمد بن يحيي الحازمي، حدثني حسين بن سعيد اللخمي، عن أبيه، عن زكريا بن أبي العتيک عن أبي حنيفة، عن يحيي بن سعيد، عن محمد بن إبراهيم التيمي، عن علقمة بن وقاص الليثي، عن عمر بن الخطاب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

"الأعمال بالنيات ولكل امرئ ما نوى فمن كانت هجرته إلى الله ورسوله فهجرته إلى الله ورسوله، ومن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها أو إلى امرأة ينكحها، فهجرته إلى ما هاجر إليه"۔(الموسوعة الحديثية)

اسی کے بعد حدیث کی تخریج کی ہے، مثلاً اس پہلی حدیث پر تخریج اس طرح ہے:

(المسند للحارثي: ۲۶۴)، والخبر أخرجه ابن المبارک في الزهد ۱۸۸، والطيالسي ۳۷، والحميدي ۲۸، وأحمد ۱/۲۵، ۴۳، والبخاري ۱/۳، ۲۱، ۲/۱۹۰، ۵/۷۲، ۷/۴، ۸/۵۹، ۱۷۵/۲۹، ومسلم ۶/۴۸، وأبوداوٗد ۲۲۰۱، والترمذي ۱۶۴۷، والنسائي ۱/۵۸، ۶/۱۵۸، ۷/۱۳، وابن ماجه ۴۲۲۷، والبزار ۲۵۷، وابن الجارود ۶۴، وابن خزيمة ۱۴۲، ۱۴۳، ۴۵۵، والطحاوي ۳/۹۶، وابن حبان ۳۸۸، والدارقطني ۱/۵۰، والبيهقي ۱/۴۱، ۴/۲۳۵، ۶/۳۳۱، والبغوي ۱-۲۰۶ من طرق عن يحيي بن سعيد عن محمد بن إبراهيم به۔(الموسوعة الحديثية)

موسوعۃ حدیثیہ کا آخری باب "باب ماجاء في صفة الجنة والحور" اور آخری روایت یہ ہے:

حدثنا أحمد بن محمد، قال: أخبرني عبد الله بن بهلول قال: هذا كتاب جدي فقرأت فيه، قال: حدثني حفص بن عبد الرحمن التغلبي، عن مسلمة بن جعفر، قال: حدثت أبا حنيفة رحمة الله عليه بحديث فيه ذكر الجنة فرأيت عينيه تجريان حتى قطر دموعه وأومى إلي، فأمسكت عن بقية الحديث۔(كشف الاسرار للحارثي ۴۳۲)(الموسوعة الحديثية)

☆کتاب میں جتنے رواۃ ہیں ان سب کے تراجم ہیں، جن کی تعداد ۲۳۱۴/ ہیں۔☆

پوری کتاب کچھ اس طرح ہے:

1. ۳/ جلدیں مقدمہ۔
2. ۳/ جلدیں تراجم رواۃ۔
3. ۲/ جلدیں فہرست۔
4. ۱۲/ جلدوں میں احادیث۔

اس طرح کل ۲۰/ جلدوں میں کام پایۂ تکمیل تک پہنچا۔

بہر حال صدیوں سے جس کام کی تکمیل کا انتظار تھا، اللہ نے اس کو اپنے فضل سے پورا فرمادیا ہے۔ ان شاء اللہ یہ موسوعہ علم حدیث کے باب میں ایک شاندار اضافہ ثابت ہوگا۔ اگر یہ بات کہی جائے تو مبالغہ نہیں ہوگا کہ پوری دنیا میں کہیں بھی امام

اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق کوئی کانفرنس ہو اور اس میں اس موسوعہ کا تذکرہ نہ ہو تو وہ کانفرنس ادھوری اور نامکمل ہو گی۔اس موسوعہ کو دارالکتب العلمیہ بیروت نے شائع کیا ہے۔اس کو حاصل کرنے کے لیے ان سے رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

اللہ اپنے فضل سے محدث العصر حضرت مولانا لطیف الرحمن صاحب قاسمی حفظہ اللہ کے فیض کو جاری و ساری فرمائے اور حضرت کی ان کاوشوں کو قبول فرمائے اور ان کی تصانیف کو قبولیت عامہ عطا فرمائے اور ان سب کو ذخیرہ آخرت بنائے۔اور حضرت کا سایہ عاطفت ہم پر تادیر قائم ودائم رکھے۔

آمین۔

:احقر محمد نعمان مکی۔

رئیس شعبۃ فني العملیات

مدینۃ الملک عبد اللہ الطبیۃ,مکۃ المکرمۃ.

الیوم السبت. التاریخ الهجري,11 / 05 / 1442.

Saturday 26 December 2020.

المستفاد:

علوم اسلامیہ کی تاریخ کا ایک بے مثال علمی کارنامہ، "الموسوعۃ الحدیثۃ لمرویات الامام ابي حنیفۃ"

مؤلف: مولانا حذیفہ ابن مولانا غلام محمد صاحب وستانوی حفظہ اللہ۔

(استاد حدیث و تفسیر و معتمد جامعہ اسلامیہ اشاعتہ العلوم اکل کوا انڈیا۔)

"الموسوعۃ الحدیثیہ لمرویات الامام ابی حنیفہ" پر اعتراضات کے جوابات:

الحمد للہ جیسے ہی حضرت مولانا لطیف الرحمن صاحب قاسمی بہرائچی حفظہ اللہ کی تالیف الموسوعۃ الحدیثیہ لمرویات امام ابی حنیفۃ منظر عام پر آئی، تو عرب و عجم میں ہر طرف اس کا چرچا ہو گیا، اسے دیکھ کر اہل علم حضرات، خصوصاً علماء احناف کی آنکھوں میں گویا ٹھنڈک سی پڑھ گئی۔ کیوں نہ ہو کہ غیر مقلدین حضرات کی طرف سے امام اعظم ابو حنیفہؒ رحمۃ اللہ علیہ پر جو قلیل الحدیث ہونے کا بہتان تھا یقیناً وہ علمی انداز میں زائل ہوا ہے۔ جس کا انکار کوئی بھی حقیقت پسند نہیں کر سکتا ہے۔

اس کتاب کی تالیف ایک ایسا قابل قدر اور بابرکت کارنامہ ہے، جس کا تعلق علم حدیث سے ہونے کی وجہ سے ہر طبقہ اور ہر مکتبہ فکر کی جانب سے تحسین اور قدردانی کا مستحق ہے۔ لیکن ہمیشہ سے یہ دستور چلا آرہا ہے کہ جب بھی کوئی عظیم کام کو لے کر کھڑا ہوتا ہے تو ایک جماعت معترضین کی خود بخود وجود میں آجاتی ہے، جن کا مقصد صرف اور صرف اعتراض کرنا اور دوسروں کو اس کام سے بدگمان کرنا ہوتا ہے، ورنہ اگر معترضین اپنے دعوے میں مخلص ہیں تو الزام تراشی کی بجائے اس کے مقابلے میں اس سے بہتر کوئی کام کر کے امت کے سامنے نمونہ پیش کریں۔ درحقیقت اس طرح کا کوئی بھی تعمیری یا تحقیقی کام کرنے کے لیے الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ میں سے ہونا ضروری ہے، اور پھر تکمیل میں برسوں لگ جاتے ہیں، یہاں تک کہ جسم کی ہڈیاں گھسنے لگتی ہیں۔ لیکن اعتراضات کرنے کے لیے نہ بہت زیادہ علم کی ضرورت ہے اور نہ ہی بہت زیادہ صلاحیت کی، بلکہ وقت بھی بہت کم لگتا ہے۔ لیکن تھوڑی سی کوشش سے معترض سستی شہرت اور نفس کی تسلی کا سامان ضرور حاصل کر لیتا ہے۔

چنانچہ ایک غیر مقلد مولانا، فاروق عبداللہ نارائن پوری صاحب نے اپنی قدیم روش کو اختیار کرتے ہوئے بڑے خوبصورت اور تدلیسی انداز میں دو تحریریں لکھی ہیں، جن میں موسوعہ کے متعلق غلط تاثر پیش کر کے لوگوں کو بدگمان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان تحاریر کو بعض غیر مقلد حضرات دل تسلی کا سامان سمجھ کر سوشل میڈیا پر خوب شیر کر رہے ہیں۔ موصوف کی پہلی تحریر کا عنوان ہے، "الموسوعۃ الحدیثیہ لمرویات الامام ابی حنیفہ، میں امام صاحب کی کثرت مرویات کی حقیقت"۔ اور دوسری تحریر کا عنوان ہے "کیا امام ابو حنیفہ کثرت مرویات میں کسی بھی حساب سے امام بخاری کے ہم پلہ ہیں؟ موصوف نے جتنی باتیں لکھی ہیں، ان سب کا خلاصہ دو اعتراضات ہیں۔

۱۔ پہلا اعتراض احقر کی تحریر پر ہے جو موسوعہ کے تعارف میں لکھی گئی تھی۔ ان کا کہنا ہے کہ اس میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تعریف میں اور ان کی شان محدثیت کو ثابت کرنے میں غلو سے کام لیا گیا ہے۔

۲۔ دوسرا اعتراض خود مؤلف موسوعہ محدث العصر حضرت مولانا لطیف الرحمن صاحب قاسمی حفظہ اللہ پر ہے کہ آپ نے تعداد و ترقیم احادیث میں تدلیس سے کام لیا ہے۔

لہذا اس تحریر میں ہم ان شاء اللہ ان اعتراضات کی حقیقت کا جائزہ لیں گے کہ کس طرح موصوف نے موسوعہ کے خلاف بدگمانی پھیلانے کے لیے خود خیانت اور تدلیس سے کام لیا ہے۔

اعتراض–امام ابو حنیفہ کی شان میں غلو:

موصوف لکھتے ہیں کہ،

"افسوس کہ بعض حضرات وقتاً فوقتاً ایسی اوچھی حرکت کرتے رہتے ہیں۔ اس کی ایک مثال چند مہینے پہلے دیکھنے کو ملی جب شیخ لطیف الرحمن بہرائچی قاسمی صاحب کی کتاب "الموسوعۃ الحدیثیہ لمرویات الامام ابی حنیفہ" منظر عام پر آئی۔ اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے شیخ کے ہی ایک مرید محمد نعمان مکی نے قصیدہ خوانی شروع کر دی، اور پھر سوشل میڈیا میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق مبالغہ آمیزی کا ایک دور شروع ہو گیا۔ اس مرید نے کتاب کا تعارف کراتے ہوئے یہ سبب تالیف ذکر کیا ہے کہ "کچھ کم علم اور متعصب افراد نے امام صاحب پر " قلیل الحدیث " اور " یتیم فی الحدیث " وغیرہ ہونے کا الزام لگایا ہے، جو خالص حسد و عناد پر مبنی ہے۔"

وضاحت:

دراصل موصوف نے بندہ کی مکمل عبارت میں سے صرف بعض جملوں کو سیاق و سباق سے کاٹ کر پیش کیا ہے، جس میں بظاہر محرر کی اپنی رائے، یا غلو محسوس ہو سکتا ہے۔ لیکن حقیقت میں اس بات کی تائید میں بندہ نے علامہ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول پیش کیا ہے جو انہوں نے علامہ ذہبی رحمہ اللہ کے حوالے سے کہا ہے۔ لیکن موصوف نے بڑی صفائی کے ساتھ اس کو حذف کر دیا ہے۔ اور اس کا تذکرہ نا کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی ہے۔ اور وہ قول درج ذیل ہے۔

چنانچہ علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ: "علامہ ذہبی وغیرہ نے امام ابو حنیفہ کو حفاظ حدیث کے طبقے میں لکھا ہے اور جس نے ان کے بارے میں یہ خیال کیا ہے کہ وہ حدیث میں کم شان رکھتے تھے، تو اس کا یہ خیال یا تو تساہل پر مبنی ہے یا حسد پر" (الخیرات الحسان، ص: ۲۰، وانجاءالوطن)۔ موسوعہ کے تعارفی تحریر میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی شان محدثیت کو بیان کرنے میں اختصار کو ملحوظ رکھا گیا تھا، کیونکہ مؤلف موسوعہ نے اپنی کتاب میں اس کا بھرپور حق ادا کر دیا ہے۔ ورنہ اس کے لیے ایک مستقل الگ عنوان قائم کرنے کی ضرورت ہے۔

معترض مولانا صاحب کی نظر میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو دوسرے محدثین کے ہم پلہ سمجھنا جھوٹی تعریف کے راستے ڈھونڈنا اور ان کی شان میں جھوٹے قصیدے پڑھنے کے مترادف ہے۔ در حقیقت اگر ان کی بات کو تسلیم کر لیا جائے تو یہ اعتراض ہم پر نہیں بلکہ اسلاف امت کے کبار علماء و محدثین پر ہو گا، جنہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی شان محدثیت کو بیان

کیا ہے۔ ہم تو بس ناقل ہیں۔ اس کی چند مثالیں پیش کرنے سے پہلے ایک بات عرض یہ ہے کہ موصوف نے اپنی تحریر کے شروع میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی امامت اور جلالت اور فقہ میں ان کی عظمت کو تسلیم کیا ہے اور ساتھ ہی امام شافعی رَحْمَۃُاللّٰہِ عَلَیہِ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ

"الناس عيال على أبي حنيفة في الفقه"۔ (تاريخ بغداد: 474/15)

(لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کے محتاج ہیں۔)

اور آگے حافظ ذہبی رحمہ کا تبصرہ بھی نقل کیا ہے کہ:

"الإمامة في الفقه ودقائقه مسلمة إلى هذا الإمام، وهذا أمر لا شك فيه" (سير اعلام النبلاء: 403/6)

(اس میں کوئی شک نہیں کہ فقہ اور اس کی باریکیوں سے واقفیت کے معاملہ میں وہ مسلمہ امام ہیں۔)

ایک مثال:

اللہ کا شکر ہے کہ موصوف امام ابو حنیفہ رَحْمَۃُاللّٰہِ عَلَیہِ کی شان فقہیت کو تو تسلیم کرتے ہیں، لیکن کتنے ہمارے غیر مقلدین حضرات ایسے ہیں جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو فقیہ بھی نہیں مانتے ہیں۔ مثال کی طور پر پچھلے ہفتے ۱۹ مارچ ۲۰۲۱ کو ایک اہل حدیث بھائی جن کو شاید مناظرے کا بہت شوق ہے، انہوں نے یہ میسج کیا کہ: " امام ابو حنیفہ رَحْمَۃُاللّٰہِ عَلَیہِ حدیث کے خلاف فتویٰ دیتے تھے اور وہ مجتہد بھی نہیں تھے۔"

یہاں اس مثال کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے، کہ یہ بات آپ بھی مانتے ہیں، کہ اگر کوئی نابینا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے فقیہ اور مجتہد ہونے کا انکار کرے تو اس سے ان کی شان فقہیت میں کوئی کمی نہیں آسکتی، بلکل اسی طرح آپ کے امام ابو حنیفہ رَحْمَۃُاللّٰہِ عَلَیہِ کو محدث نہ ماننے پر ان کی شان محدثیت میں کوئی کمی نہیں آسکتی ہے، یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ اس کے لیے نہ کسی جھوٹی تعریف ڈھونڈنے کی ضرورت ہے اور نہ کسی غلو کی۔ اس کی چند مثالیں نیچے ملاحظہ فرمائیں، اور ذرا ہمت کر کے ان حضرات پر بھی جھوٹی تعریف اور غلو کرنے کا الزام لگائیں۔

امام ابو حنیفہ رَحْمَۃُاللّٰہِ عَلَیہِ کی محدثیت امیر المومنین فی الحدیث کی نظر میں:

حضرت عبد اللہ بن مبارک رَحْمَۃُاللّٰہِ عَلَیہِ کا شمار امیر المؤمنین فی الحدیث میں ہوتا ہے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے علم حدیث میں بڑا اونچا مقام عطا فرمایا تھا، بڑے بڑے محدثین نے آپ کی توثیق کی ہے اور علم حدیث میں ان کی خدمات اور محدثانہ جلالت شان کا اعتراف کیا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن مبارک اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم اور محدث ہیں۔ (بخاری، محمد بن اسماعیل، قرة العينين برفع اليدين، باب اذا افتتح التكبير فی الصلاة 35/1 ڈیجیٹل

لائبریری)۔ آپ نے علم حدیث کے لیے مختلف ملکوں کا سفر کیا، بخاری اور مسلم میں ان کی روایت سے سیکڑوں حدیثیں مروی ہیں، امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ عبد اللہ بن مبارک کے زمانے میں ان سے بڑھ کر کسی نے حدیث کی تحصیل کی کوشش نہیں کی، خود عبد اللہ بن مبارک کا بیان ہے: میں نے چار ہزار شیوخ سے حدیث سیکھی، جن میں سے ایک ہزار سے روایت کی۔(تهذيب الاسماء و اللغات 286/1)

اتنے بڑے محدث کہ علم حدیث میں امیر المومنین کا لقب پانے والے، انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی شاگردی اختیار کی اور زندگی کے آخری لمحہ تک آپ کے شاگرد رہے، اور خود اعتراف کیا کہ جو کچھ مجھ کو حاصل ہوا وہ امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری کے فیض سے حاصل ہوا، ان کا مشہور مقولہ ہے، اگر اللہ تعالیٰ ابو حنیفہ اور سفیان ثوری کے ذریعہ میری دستگیری نہ کرتا تو میں ایک عام آدمی سے بڑھ کر نہ ہوتا۔(خطيب بغدادی، تاريخ بغداد 337/13، دار الكتب العلميه بيروت 1997ء)

حضرت عبد اللہ بن مبارک فرمایا کرتے تھے آثار و احادیث کو لازم سمجھو، مگر ان کے معانی کے لیے امام ابو حنیفہ کی ضرورت ہے، کیوں کہ وہ معانی کو بہتر جانتے ہیں، موفق نے آپ کا قول نقل کیا ہے کہ تمہارے اوپر حدیث پر عمل کرنا ضروری ہے اور حدیث کے سمجھنے کے لیے امام ابو حنیفہ کا قول ضروری ہے، تاکہ اس کے ذریعہ حدیث کی صحیح تاویل اور معنی معلوم ہو جائے۔(مناقب ابی حنیفه موفق 307/1)

آپ کا قول ہے جب ہمیں کسی موضوع کی کوئی حدیث نہ ملے تو ہم ابو حنیفہ کے قول کو حدیث کے قائم مقام سمجھتے ہیں، انہی کا قول ہے:

"لولا لم ألق أبا حنيفة لكنت من المفاليس في العلم" (مناقب ابی حنیفه، موفق 307/1)

اگر میں ابو حنیفہ سے نہ ملتا تو علم میں مفلس رہتا۔

امام صاحب صرف ثقہ لوگوں سے صحیح حدیث لیتے تھے:

امام عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں: امام ابو حنیفہ علم کے بڑے حریص تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف صحیح حدیث لیتے تھے، آپ کو ناسخ و منسوخ کی خوب پہچان تھی اور صرف ثقہ لوگوں کی حدیث لیتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری عمل کو لیتے تھے۔(امام ابو حنیفہ کی محدثانہ جلالت شان ص:219)

اعتراض:

موصوف نے اپنی تحریر نمبر ۲ میں یہ اعتراض کیا ہے کہ "محمد نعمان مکی صاحب نے پتہ نہیں کن محدثین پر حسد اور عناد کا الزام لگایا ہے، اللہ اعلم۔ کیونکہ یہ الزام تو آج کے زمانے کے علما کا نہیں، قدیم محدثین کا ہے۔"

وضاحت:

تو ان کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو علم حدیث میں کم سمجھنے کو حسد پر محمول کرنے کا قول بھی بندہ کا اپنا، یا آج کے زمانے کے علماء کا نہیں ہے، بلکہ قدیم محدثین کا ہی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

ایک دفعہ امیر المومنین فی الحدیث عبد اللہ بن مبارک رَحْمَۃُاللّٰہِ عَلَیہِ نے فرمایا:

" میں نے قاضی حسن بن عمارہ کو اس حال میں دیکھا کہ انہوں نے امام ابو حنیفہ کے گھوڑے کی لگام پکڑی تھی اور کہہ رہے تھے اللہ کی قسم! میں نے فقہ میں ان سے زیادہ فصیح و بلیغ کلام کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا اور نہ صابر اور حاضر جواب، یہ اپنے وقت کے سید الفقہاء ہیں، ان کی شان میں سوائے حاسدوں کے کوئی بکواس نہیں کرتا۔" (ایضاً، ص:220)

عبد اللہ بن مبارک کے اس بیان کو ایک شاگرد کی استاذ کے شان میں مبالغہ آرائی نہیں کہہ سکتے ہیں، اس لیے کہ عبد اللہ بن مبارک خود علم و فضل کے بلند مقام پر فائز ہیں، بڑے بڑے محدثین نے ان کی ثقاہت کا اعتراف کیا ہے، وہ اپنی زبان سے نکلے ہوئے کلمات کی اہمیت سے واقف تھے، اس لیے امام صاحب کے فضائل و مناقب کے سلسلے میں ان کے اقوال کو مبالغہ پر نہیں، بلکہ حقیقت پر محمول کرنا چاہیے۔

یہاں رک کر موصوف سے ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ امیر المومنین فی الحدیث کی شان پانے والا ایک شخص، ایسے استاد کی شاگردی اختیار کرے گا جس کو صرف سترہ حدیثیں یاد ہوں۔۔۔۔۔؟؟؟؟

امام صاحب کے اساتذہ وتلامذہ:

کسی بھی محدث کا اصل مقام و مرتبہ ان کے اساتذہ و تلامذہ کی تعداد اور ان کی علمی وعدالتی حیثیت سے معلوم ہوتا ہے، امام صاحب کے اساتذہ جن سے امام صاحب نے علم حدیث حاصل کیا ہے اکثر تابعین ہیں، حافظ ابن حجر مکی "الخیرات الحسان" میں لکھتے ہیں:

امام صاحب نے چار ہزار ائمہ تابعین سے استفادہ کیا ہے اسی لئے حافظ ذہبی نے آپ کا شمار حفاظ حدیث میں کیا ہے پس جو شخص امام صاحب کی طرف قلت روایت کو منسوب کرتا ہے یہ یا تو تساہل ہے یا حسد اس لئے کہ لاتعداد مسائل کا استنباط بغیر معرفت حدیث کے کیسے ہو سکتا ہے، جب کہ امام صاحب پہلے شخص ہیں جنہوں نے دلائل کی روشنی میں مخصوص طریقہ پر مسائل کو مستنبط کیا ہے۔

(ابن حجر المکی، شیخ شہاب الدین احمد بن حجر۔ الخیرات الحسان ص:۲۸، مطبع السعادہ بجوار محافظ مصر)

عبد اللہ بن داؤد کہتے ہیں میں نے امام صاحب سے دریافت کیا کہ آپ نے بڑوں میں سے کن کن کا فیض اٹھایا ہے تو آپ نے کہا: قاسم، سالم، طاؤس، عکرمہ، مکحول، شعبی، عبد اللہ بن دینار، حسن بصری، عمرو بن دینار، ابو زبیر، عطاء، قتادہ، ابراہیم، نافع اور ان جیسے بزرگوں سے۔ (مقدمہ اعلاء السنن، ابو حنیفہ و اصحابہ المحدثون ۲۱/۲۶، مکتبہ اشرفیہ دیوبند)

غور کرنے کی بات ہے کہ امام صاحب نے جن اساتذہ کا شمار کرایا ہے ان میں اکثر علم حدیث کے بلند مقام پر فائز ہیں اور بعض تو امیر المومنین فی الحدیث کی حیثیت سے معروف و مشہور ہیں۔ علم حدیث میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی بالادستی، تبحر معلومات اور اس میدان میں آپ کی رفعت شان کا نتیجہ تھا کہ وقت کے بڑے بڑے محدثین نے آپ کے سامنے زانوے تلمذتہ کیا ہے۔

ابن حجر مکی لکھتے ہیں:

" ائمہ محدثین اور علماء راسخین میں سے جلیل القدر ائمہ نے جن کی عظمت شان پر اتفاق ہے آپ کی شاگردی اختیار کی، جیسے عبد اللہ بن مبارک، امام لیث بن سعد وغیرہ اور آخر میں لکھتے ہیں ناھیک بھؤلاء الأئمۃ آپ کی عظمت قدر کو سمجھنے کے لئے یہ ائمہ کافی ہیں۔ (الخیرات الحسان ص:۱۸)

امام بخاری تاریخ کبیر میں لکھتے ہیں کہ:

" امام صاحب سے عباد بن عوام، ابن المبارک، ھشیم، وکیع، مسلم بن خالد، ابو معاویہ اور مقری وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ (بخاری، محمد بن اسماعیل، التاریخ الکبیر ۲۲۵۳، باب نافع بن عتبۃ ۸/۸۱، ڈیجیٹل لائبریری)

بہر حال امام صاحب کے شاگردوں کی تعداد بے شمار ہے، ابن حجر عسقلانی نے "تہذیب التہذیب" میں آپ کے شاگردوں کا تذکرہ کیا ہے، جو سب کے سب حفاظ حدیث ہیں۔ (تہذیب التہذیب، باب من اسمہ نعمان ۸۱۷-۱۰/۴۴۹، ڈیجیٹل لائبریری)

اعتراض:

آگے غیر مقلد مولوی صاحب بندہ کی تعارفی تحریر پر اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "حد تو تب ہوگئی جب اس مرید نے انتہائی غلو اور مبالغہ سے کام لیتے ہوئے انھیں کثرت روایت میں امام بخاری و امام مسلم کا ہم پلہ تک کہہ دیا۔ کہتے ہیں:

" آپ صرف محدث ہی نہیں بلکہ امام حدیث، حافظ حدیث اور صاحب 'جرح و تعدیل' ہونے کے ساتھ ساتھ، کثیر الحدیث ہونے میں بعد کے محدثین مثلاً امام بخاری و مسلم وغیرہ کے ہم پلہ ہیں؛ جس سے آپ کا علم حدیث میں بلند مقام و مرتبہ کا ہونا ظاہر ہے۔"

وضاحت:

پتہ نہیں اس بات پر مولانا موصوف کو کیوں تکلیف ہو رہی ہے، حالانکہ یہ بات مبنی بر حقیقت ہے اور اس میں کوئی غلو کی آمیزش نہیں ہے۔ اگر آپ اس بات کی گواہی دینے والوں کے نام دیکھیں گے تو مزید کسی چوں چرا اں کی گنجائش باقی نہیں رہے گی، ان شاء اللہ۔

امام صاحب کی شان محدثیت اور مہارتِ حدیث پر شہادتیں:

آپ کی محدثیت کا بے شمار لوگوں نے بار بار اعتراف کیا ہے، چند اقوال ملاحظہ فرمائیں:

امام ذہبی نے آپ کا شمار "حملة الحديث" (حاملین حدیث) میں کیا ہے۔ (انجاء الوطن)

ابن خلدون نے آپ کو "كبار المجتهدين في علم الحديث" (علم حدیث میں بڑا مجتہد) کہا ہے۔ (مقدمہ تاریخ ابن خلدون، ص: ۴۴۵)

حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں: " میں نے امام ابو حنیفہ سے زیادہ جاننے والا نفس حدیث کو، کسی کو نہیں دیکھا اور نہ کوئی ان سے زیادہ تفسیر حدیث کا عالم، میری نظر سے گزرا" (کشف الغمہ بسراج الامہ، ص: ۶۴ از: حضرت مولانا سید مہدی حسن صاحب)

حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: "اول من صيّرني محدثا أبو حنيفة" "مجھے محدث بنانے والا، سب سے پہلا شخص، امام ابو حنیفہ کی ذات اقدس ہے۔ (اِنجاء الوطن، ص: ۳۱)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ نے بھی آپ کو محدثین کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ (تلخیص الاستغاثہ، ص: ۱۳)

حضرت عبد اللہ بن المبارک فرماتے ہیں کہ: اگر مجھے ابو حنیفہ اور سفیان کا شرف حاصل نہ ہوا ہوتا، تو میں بدعتی ہو جاتا۔ (آثار امام صاحب، ص: ۳۶)

شیخ الاسلام علامہ ابن عبد البر مالکی، تحریر فرماتے ہیں کہ: "روىٰ حماد بن زيد عن أبي حنيفة أحاديثَ كثيرة " (الانتقاء، ص: ۱۳۰)

حماد بن زید نے امام ابو حنیفہ سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں۔

اگر حضرت امام صاحب " محدث " نہیں تھے، تو احادیث کثیرہ کا کیا مطلب ہوگا؟ اور جب وہ " قلیل الحدیث " تھے اور ان کے پاس زیادہ حدیثیں بھی نہ تھیں، تو حماد بن زید نے، ان سے روایاتِ کثیرہ اور احادیث کثیرہ کس طرح لیں؟

آپ کی مہارت و تبحر حدیث کا اندازہ اس سے بہ خوبی لگایا جاسکتا ہے کہ امام احمد بن حنبل اورامام بخاری کے استاذِ حدیث، شیخ الاسلام حافظ ابو عبدالرحمن مقری، جب امام صاحب سے کوئی حدیث روایت کرتے، تو اِس لفظ کے ساتھ روایت کرتے کہ:

"أخبرَنا شاهنشاه" (تاریخ بغداد، ج:۱۳، ص:۲۴۵)

"ہمیں علم حدیث کے شہنشاہ نے خبر دی"

اندازہ فرمایئے! ایک محدث کامل، امام صاحب کو حدیث کا "بادشاہ" ہی نہیں، بلکہ "شاہنشاہ" کہہ رہے ہیں؛ جس سے علم حدیث میں تبحر ظاہر ہے، جن لوگوں نے آپ کو محدثین میں شمار نہیں کیا ہے، ان کی بات قابل قبول نہیں۔ (آثار امام صاحب، ص:۱۳۶)

حافظ حدیث ہونے پر شہادتیں:

یحییٰ بن معین، علی ابن مدینی، سفیان ثوری، عبداللہ بن المبارک اور حافظ ابن عبدالبر مالکی وغیرہ حضراتِ محدثین کا قول ثابت کرتا ہے کہ آپ "حافظ حدیث" بھی ہیں، جیسا کہ "تذکرۃ الحفاظ" سے معلوم ہوتا ہے۔ کیوں کہ علامہ ذہبی نے آپ کو "حافظ الحدیث" کہا ہے۔ (تاریخ بغداد، ج:۱۳، ص:۲۴۵، بحواله: "علم حدیث میں امام ابو حنیفه کا مقام و مرتبه" از: محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیه)

اگر آپ حافظ حدیث نہ ہوتے، تو امام ذہبی جیسا شخص (جو مذہباً شافعی ہیں) امام ابو حنیفہ کو "حافظ حدیث" نہ کہتے۔

اسی بات کا اعتراف، حافظ یزید بن ہارون نے اپنے ان الفاظ میں کیا ہے کہ:

"كان أبو حنيفة نقيًا... أحفظَ أهل زمانه"

(اخبار ابی حنیفه، ص:۳۶)

حافظ محمد یوسف شافعی صالحی لکھتے ہیں کہ: "امام ابو حنیفہ بڑے حفاظِ حدیث اور ان کے فضلاء میں شمار ہوتے ہیں" (مقام ابی حنیفه، ص:۱۲۰)

ہماری مولانا موصوف سے درخواست ہے کہ وہ اپنی اگلی تحریر میں اوپر ذکر کردہ جن جن حضرات نے یہ شہادت دی ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ماہرین حدیث اور حفاظ حدیث میں سے ہیں ان کے متعلق بھی غلو اور مبالغہ آرائی کا فتویٰ شائع فرمائیں۔

اعتراض:

موصوف آگے لکھتے ہیں کہ:

"لہٰذا اگر ان کی بات مان بھی لی جائے پھر بھی امام صاحب کا امام بخاری اور امام مسلم کا کثرت روایت میں ہم پلہ ہونے کا دعوی کرنا مضحکہ خیز ہے۔"

وضاحت:

ایک بات یہاں واضح کر دینا ضروری ہے کہ ہمارے نزدیک امام بخاری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیہِ کا مقام سارے محدثین میں سب سے اونچا ہے، اور وہ ہمارے سر کے تاج ہیں۔ اور موصوف کی اطلاع کے لیے یہ عرض ہے کہ جہاں ایک طرف یونیورسٹیوں میں منتخب احادیث پڑھائی جاتی ہیں، وہیں احناف کے بڑے بڑے مدارس میں طلباء کو کئی کتب حدیث بشمول بخاری شریف کے مکمل پڑھائی جاتی ہیں۔ بہر حال ہم اپنے کسی ایک بزرگ کی عظمت کو ثابت کرنے کے لیے دوسرے کسی بزرگ کی شان کو گھٹانے کے ہرگز ہرگز قائل نہیں ہیں۔ یہاں گفتگو اس بہتان کے دفاع میں ہے جو غیر مقلدین حضرات امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر قلیل الحدیث ہونے کا لگاتے ہیں۔ اب آیئے دیکھتے ہیں کہ موصوف جس بات کو مضحکہ خیز بتاتے ہیں وہ محدثین کے نزدیک کتنی سنجیدہ ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے کثیر الحدیث ہونے پر شہادتیں:

تمام کبار محدثین کے نزدیک یہ بات محقق ہے کہ آپ اجلۂ محدثین میں ہونے کے ساتھ ساتھ، "کثیر الحدیث" بھی ہیں۔ لہٰذا ذیل میں چند اقوال پیش کیے جا رہے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ "کثیر الحدیث" ہیں۔

چناں چہ ملا علی قاری ابن سماعہ سے نقل کرتے ہیں کہ:

"امام ابو حنیفہ نے اپنی (املائی) تصانیف میں ستر ہزار سے کچھ اوپر حدیثیں بیان کی ہیں اور چالیس ہزار سے، "کتاب الآثار" کا انتخاب کیا ہے۔" (عقود الجواھر، ج: ۱، ص: ۲۳، بحوالہ: دفاع، ص: ۱۱۲)

اسی طرح یحیٰی بن معین فرماتے ہیں:

"كان النعمان جمع حديث بلده كله"

(امام صاحب نے اپنے شہر کوفہ (علم حدیث کا مرکز و مرجع ہے) کی تمام حدیثیں جمع کر لی تھیں)

پھر خود حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"عندي صناديق الحديث، ما أخرجت منها الا اليسير الذي ينتفع به"

(مناقب الامام اعظم، ج: ۱، ص: ۹۵، بحوالہ: علم حدیث میں ... ص: ۸)

" میرے پاس حدیث کے بہت سے صندوق بھرے ہوئے موجود ہیں مگر میں نے ان میں سے تھوڑی حدیثیں نکالی ہیں جن سے لوگ نفع اٹھائیں"۔ یہاں لفظ "صنادیق" جمع کا صیغہ ہے، جس سے واضح ہے کہ آپ کثیر الحدیث ہیں۔

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے "کثیر الحدیث" سے متعلق بہت سے اقوال پیش کیے ہیں، تفصیل کے لیے دیکھیں۔ مقدمہ اعلاء السنن

بلاشبہ امام ابو حنیفہ امام بخاری کے ہم پلہ ہیں:

باتفاقِ محدثین عظام (جس میں خصوصیت کے ساتھ سفیان ثوری، امام شعبہ، ابن قطان، امام عبد الرحمن مہدی اور امام احمد بن حنبل، خصوصیت سے قابل ذکر ہیں) متون حدیث کی تعداد چار ہزار چار سو ہے:

"ان جملة الأحاديث المسندة عن النبي صلى اللّٰہ عليه وسلم يعني الصحيحة بلا تكرار, أربعة آلاف و أربع مائة حديث"

(احادیث صحیحہ، جو بلا تکرار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گی ہیں، ان کی تعداد چار ہزار چار سو ہے)

اور یہ بات مسلم ہے کہ آپ چار ہزار متون احادیث کے حافظ تھے۔

چنانچہ امام صدر الائمہ مکی فرماتے ہیں کہ:

"كان أبو حنيفة يروي أربعة آلافِ حديث, ألفين لحماد, و ألفين لسائر المشيخة"

(توضیح الافکار، ص: ۶۳، بحوالہ: دفاع ... ص: ۱۱۷)

" یعنی امام صاحب نے چار ہزار حدیثیں روایت کی ہیں، دو ہزار صرف حماد کے طریق سے اور دو ہزار باقی شیوخ سے"

معلوم یہ ہوا کہ اگر تعدد طرق و اسانید اور تکرار سے صرفِ نظر کرلی جائے تو چار ہزار حدیثیں امام صاحب سے مروی ہیں اور اگر تعددِ طرق کا لحاظ کیا جائے، تو ستر ہزار سے بھی آپ کی مرویات کی تعداد بڑھ جاتی ہے، جن کا تذکرہ آپ نے اپنی املائی تصانیف میں کیا ہے۔ چوں کہ امام صاحب اور بعد کے محدثین (مثلاً امام بخاری) کے درمیان ۱۱۴/ سال کے طویل عرصے میں، ایک حدیث کو سینکڑوں، بلکہ ہزاروں اشخاص نے روایت کیا ہوگا (جس سے حدیث کی تعداد بدل جاتی ہے فی اصطلاح المحدثین) اس لیے دونوں کے درمیان جو لاکھوں اور ستر ہزار حدیثوں کا فرق ہے، وہ دراصل اسانید کی تعداد کا فرق ہے ورنہ صحیح بخاری کے مکررات نکال کر احادیث کی تعداد حافظ عراقی نے چار ہزار بتائی ہے۔ (مناقب موفق، ج: ۱، ص: ۹۶، بحوالہ: مقام ابی حنیفہ، ص: ۱۱۶)

امام نووی نے صحیح مسلم کی تعداد کے بارے میں لکھا ہے:

"ومسلم باسقاط المكرر نحو أربعة آلاف" (تنقيح الافكار، ص:٢٥)

اور تقریباً یہی تعداد "سنن ابی داؤد" و "ابن ماجہ" وغیرہ کے متعلق ہے۔(التقريب، ص: ١٥، بحواله: دفاع ... ص:١١٧)

غرضیکہ امام صاحب، ان حضرات محدثین کے "متونِ احادیث" میں بالکل ہم پلہ ہیں۔ بلکہ تعدد سند میں بھی آپ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے تقریباً برابر ہی ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے بیٹے حماد کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"جمعتها من خمس مائة ألف حديث(دفاع.... ص:١١٧)(الوصية، ص:٢٥)

امام صاحب اور جرح وتعدیل:

جس طرح امام بخاری اور ابن معین وغیرہ کے اقوال کو محدثین، اپنی کتابوں میں بہ طور احتجاج پیش کرتے ہیں، اسی طرح امام صاحب کے اقوال کو بھی پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ امام ترمذی فرماتے ہیں :

"حدثنا محمود بن غيلان عن جرير عن يحيي الحماني سمعت أبا حنيفة يقول: ما رأيت أكذب من جابر الجعفي ولا أفضل من عطاء"۔

اسی طرح علامہ ابن حزم اپنی مشہور کتاب "المحلى في شرح المجلى" میں لکھتے ہیں :

"جابر الجعفي كذاب، وأول من شهد عليه بالكذب أبو حنيفة" (انجاء الوطن، ص: ٣١)

(جابر جعفی کذاب ہے اور سب سے پہلے جس نے اس کے کاذب ہونے کی شہادت دی وہ امام ابو حنیفہ ہیں)

ان عبارات کی روشنی میں یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ امام صاحب کے اقوال جرح وتعدیل کے باب میں اصح طریقے پر معتبر ہیں۔ کتب رجال جیسے "تہذیب الکمال" از امام مزی، "تذہیب التہذیب" از امام ذہبی اور "تہذیب التہذیب" از حافظ ابن حجر میں "جرح وتعدیل" سے متعلق امام صاحب کے مزید اقوال دیکھے جاسکتے ہیں۔

نیز جیسا کہ امام بخاری کے بارے میں آتا ہے کہ وہ تین لاکھ احادیث کے حافظ تھے، ایسے ہی امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کثرت احادیث کا یہ حال ہے کہ آپ پانچ لاکھ حدیثوں کے حافظ تھے، اور اس کی بین و واضح دلیل امام صاحب کا اپنے بیٹے حماد کو نصیحت کرتے ہوئے یہ کہنا کہ تم پانچ احادیث پر عمل کرلو جسکو میں نے پانچ لاکھ حدیثوں سے جمع کیا ہے۔

ويشهد على كثرة أحاديثه ما وقع في كتابه «الوصية لابنه حماد» يقول في آخر وصيته: التاسع عشر أن تعمل بخمسة أحاديث جمعتها من خمس مائة ألف حديث...، ولا يستغرب من هذا العدد الضخم بالنسبة إلى أحاديث الإمام أبي حنيفة رحمه الله، فقد نقل الخوارزمي في «جامع المسانيد» 35/1، والموفق المكي في مناقبه ص 395 قد قيل: بلغت مسائل أبي حنيفة بخمس مائة ألف مسألة، وكتبه وكتب أصحابه تدل على ذلك، انتهى۔

اب اگر کسی کو یہ اشکال ہو کہ جب امام ابو حنیفہ ۵ لاکھ حدیثوں کے حافظ تھے تو ان کی وہ سب احادیث کہاں گئیں؟ تو اس پر ہمارا سوال یہ ہو گا کہ امام بخاری کی ۳ لاکھ احادیث کیا ہوئیں؟

دراصل کسی مصنف کی کسی کتاب کو دیکھ کر یہ اندازہ لگالینا یا کسی راوی کی مرویات کو دیکھ کر یہ اندازہ لگالینا کہ اس کے پاس اتنی ہی روایات ہیں یہ غلط فہمی ہے۔ صحابہ کرام میں کبار صحابہ مثلاً حضرت ابو بکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ کی مرویات بہت کم ہیں جبکہ صحابہ میں ان کا علمی پایہ سب سے بلند تھا، حضرت ابو بکر صدیق تو یارِ غار اور سفر وحضر کے ساتھی رہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کی ان کا مشغلہ تحدیث وروایت کا نہیں تھا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ حضرت ابن عمر وغیرہ کا رہا ہے، امام صاحب کا معاملہ بھی ایسا ہی رہا آپ کا اشتغال مسائل کے تخریج واستنباط رہا، حدثنا اور اخبرنا کے طرز پر تحدیث کا مشغلہ نہیں رہا ،ہاں استنباطِ مسائل کے ذیل میں احادیث کا تذکرہ ہوتا تھا کیونکہ مسائل کے استنباط واستخراج کے لئے احادیث کے وسیع ذخیرے کا سامنے ہونا ضروری ہے اور یہ حضرت امام کے پاس موجود تھا جیسا کہ اس کی شہادت حضرت امام ابو یوسف کے قول میں اوپر گزری۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ امام صاحب پر "قلیل الحدیث" ہونے کا الزام غلط ہے۔ اور اس سے واضح ہو گیا کہ جس طرح، طلوع آفتاب سے رات کی تمام تاریکیاں ختم ہو جاتی ہیں، اسی طرح آپ سے "قلیل الحدیث" ہونے کا الزام ختم ہو جاتا ہے۔

عجیب بات:

عجیب بات یہ ہے کہ مولانا نارائن پوری صاحب، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی عظمت وجلالت اور فقہ میں آپ کے اعلی مقام کے تو قائل ہیں، (جس کا انکار موجودہ دور کے کئی غیر مقلد نوجوان بڑے دھڑلے سے کرتے ہیں) لیکن علم حدیث میں آپ کا مقام اس قدر واضح ہونے کے باوجود جھٹلاتے ہیں۔ حلانکہ آپ کا فقیہ اور مجتھد ہونا خود آپ کی محدثیت پر ایک مضبوط دلیل ہے۔ بلکہ امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیہ نے مجتہد کے لئے پانچ لاکھ احادیث کے حفظ کو بھی شرط قرار دیا ہے اور جب امت نے امام صاحب کے اجتہاد کو بلا اختلاف قبول کیا ہے تو گویا التزاماً امام صاحب کے علم حدیث میں امتیازی شان کو بھی تسلیم کیا ہے، اس لئے اس کے بعد امام صاحب کی محدثیت پر کسی دلیل کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہتی ہے۔

محدث اور فقیہ میں فرق:

علم رسالت کے پہر داروں کو حفاظ حدیث کہتے ہیں۔ یہ کھرے اور کھوٹے کو الگ کر دیتے ہیں۔ ان کی دو جماعتیں بنی ایک محدثین کھلائے اور دوسرے فقہا کہلائے۔

محدث کے نزدیک الفاظ حدیث کا حفظ مقدم ہے اور اس کو مختلف طرق سے روایت کرنا ان کا تمغہ امتیاز ہے۔

فقہاء کے نزدیک معنی حدیث کا فہم مقدم ہے اور اس سے مختلف مسائل کا استنباط کرنا یہ ان کا تمغہ امتیاز ہے۔

یہ دو الگ الگ تخصص ہیں لیکن ان دونوں شعبوں کے لیے دیگر علوم کے ساتھ ساتھ جو چیز لازم و ملزوم ہے وہ حفظ حدیث ہے۔ علم حدیث کی مہارت اور ناسخ و منسوخ کی کامل معرفت کے بغیر کوئی بھی فقیہ اور مجتھد نہیں بن سکتا ہے۔ جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بالاتفاق مجتہد مطلق ہیں۔

ایک بہترین مثال:

بحثیت طالب العلم بندہ کے نزدیک محدث اور فقیہ کے فرق کو واضح کرنے کے لیے یہ سب سے خوبصورت مثال ہے جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے استاد امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے دی ہے۔ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کو جب بھی کوئی فقہی مسئلہ در پیش آتا تو اپنے شاگرد امام ابو حنیفہ سے پوچھتے، امام ابو حنیفہ جب مسئلہ بتاتے تو امام اعمش پوچھتے کہ یہ مسئلہ آپ نے کہاں سے لیا ہے، تو امام ابو حنیفہ فرماتے کہ آپ نے جو حدیث مجھ سے بیان کی ہے۔ اس سے یہ مسئلہ مستنبط ہے تو امام اعمش فرماتے:

يَا مَعْشَرَ الْفُقَهَاءِ أَنْتُمُ الْأَطِبَّاءُ وَنَحْنُ الصَّيَادِلَه' (الفقیہ والمتفقہ ۲/۸۴)

اے فقہاء کی جماعت! تم طبیب اور ڈاکٹر ہو اور ہم دوا فروش ہیں۔

اس کا ترجمہ جدید اصطلاحات میں کچھ اس طرح بنے گا۔

"O group of Jurists (Fuqaha)! We are the PHARMACISTS and you are the PHYSICIANS."

"اے فقہا کی جماعت ہم لوگوں کی مثال فارماسسٹ کی سی ہے اور تم لوگ فزیشینز ہو"

تشریح:

فارماسسٹ (دوا فروش) کا تخصص یہ ہے کہ وہ اپنی فارمیسی یا صیدلیہ میں ہر طرح کی مختلف دوائیں، اس کے اجزاء کی خوب جانچ پڑتال کرنے کے بعد ان کو اپنے شوکیس میں ترتیب کے ساتھ جمع کرتا جاتا ہے۔ وہ صرف معتبر فارماسیٹیکل کمپنی کی ہی پراڈکٹس کو قبول کرتا ہے اور جو کمپنی مشکوک یا غیر معیاری ہوتی ہے اس کو وہ رد کر دیتا ہے۔ اور دوسری بات وہ ہر دوا کے کئی ایک مختلف نسخے جمع کرتا ہے، جو مختلف معیار کی اور الگ الگ ڈوز کی شکل میں ہوتی ہیں۔ لیکن کونسے مریض کو کونسی دوا دینی ہے اور کتنی خوراک دینی ہے، یہ فن فارماسسٹ کا نہیں ہے بلکہ اس کے لیے کسی ماہر فزیشن کی بصیرت کی ضرورت پڑے گی، کیونکہ وہ مڈیسن کی اجزاء و ترکیب، ناسخ و منسوخ اور یکفیکٹ اور سائڈ یکفیکٹ کی مکمل فہم و فراست اور علم و بصیرت سے مامور ہوتا ہے۔ لہذا فزیشین ڈاکٹر لوگو کے مسائل کی صحیح تشخیص کرتا ہے، اور کس مریض کو کونسی دوا کتنے دن تک، اور کتنی خوراک دینی ہے یہ فیصلہ بھی فزیشن کرتا ہے اور لاکھوں مریضوں کے مسائل کو حل کرتا چلا جاتا ہے۔

اور مزے کی بات یہ ہے کہ خود فارماسسٹ اپنی دواؤں سے بھری ہوئی دکان ہونے کے باوجود اپنی شوگر کا علاج فزیشن ڈاکٹر سے پوچھ کر کرتا ہے۔ وہ کبھی یہ نہیں کہے گا کہ میں نے دنیا کی بہترین فارما کمپنیوں سے ہر قسم کی مستند شوگر کی دوائیں جمع کرلی ہیں، لہذا میں خود اپنی مرضی سے شوگر کی گولی کھاؤں گا یا انسولین لوں گا۔ اور اس میں فارماسسٹ کی کوئی توہین نہیں ہے۔ ہر فن کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ساری دوائیں معتبر ہونے کے باوجود بیک وقت سب کا کھانا ممکن نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ آپ سب کو کھا کر تجربہ کریں۔ ہر شخص چاہے وہ عامی ہو یا فارموکولوجسٹ ہو، اس کے لیے عقلمندی اور عافیت اسی میں ہے کہ وہ ماہر فزیشین ڈاکٹر کی پرسکرپشن کے مطابق ہی دوا کا انتخاب کرے۔

اگر کوئی ایک بڑے میڈیکل کالج کا معروف پروفیسر ہو جس نے لاکھوں بیماریوں کا حل تلاش کیا ہو، اور ہزاروں بڑے بڑے ڈاکٹرس اس کے شاگرد ہوں، اور اس کے لیکچرز کو سن کر اس کے شاگردوں نے کئی کئی جلدوں پر مشتمل اپنی اپنی کتابوں میں ہزاروں دواؤں کے نام لکھے ہوں اور اس پر تبصرہ اور تحقیق پیش کی ہو۔ دنیا کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں اس کے اصول وضوابط اور مستنبط کیے ہوئے علاج و معالجے پڑھائے جاتے ہوں، اور تقریباً ایک ہزار سال تک، بڑی بڑی حکومتوں کے ماتحت، کئی ایک ملکوں میں اس کی بتائی ہوئی ترتیب پر علاج و معالجہ کیا جاتا رہا ہو۔ ایسے شخص پر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ہم یہ تو مانتے ہیں کہ یہ بڑا فزیشین ڈاکٹر تھا، لیکن اس کو مڈیسن یا دواؤں کا کچھ بھی پتہ نہیں تھا، بلکہ وہ تو یتیم فی دوا تھا۔ اور بطور دلیل یہ بات پیش کرے کہ دیکھو جتنی دوائیں فارماسسٹ نے جمع کی ہیں اتنی تو اس فزیشین ڈاکٹر کے پاس نہیں تھیں۔ تو یہ دلیل ہے کہ وہ قلیل فی المیڈیسن تھا، ورنہ اس کی بھی فارمیسی کی دکانیں ہوتیں۔ تو ان سے یہ کہا جائے گا کہ بھائی یہ آپ کی بہت بڑی غلط فہمی ہے، ورنہ کسی بھی ڈاکٹر کو فزیشین بننے کے لیے اور بنیادی علوم کے ساتھ ساتھ سب سے اہم فارماکولوجی اور مڈیسن کا علم ہے اس کے بغیر نہ کوئی فارماسسٹ بن سکتا ہے اور نہ ہی کوئی فزیشین۔ جب اس کی بتائی ہوئی مڈیکیشنس اس کے شاگردوں نے ہزاروں کی تعداد میں لکھی ہوئی ہیں اور اس کا طریقہ معالجہ اب تک دنیا میں رائج ہے اور اس کا فزیشین ہونا تواتر سے ثابت ہے۔ تو آپ کا یہ اعتراض یا جہالت پر مبنی ہے یا حسد پر۔ گرچہ کہ علم طب کے یہ دونوں شعبے اہمیت اور افادیت کے حامل ہیں اور انسانیت کے لیے فائدہ مند ہیں لیکن یہ بات ہر ذی شعور جانتا ہے کہ فزیشین ڈاکٹر کا مقام بہر حال فارماسسٹ سے اونچا ہے۔

اب امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول دوبارہ پڑھیں۔

یَامَعْشَرَ الْفُقَهَاءِ أَنْتُمُ الْاَطِبَّاءُ وَنَحْنُ الصَّيَادِلَه' (الفقیہ والمتفقه ۲/۸۴)

اے فقہاء کی جماعت! تم طبیب اور ڈاکٹر ہو اور ہم دوا فروش ہیں۔

سبحان اللہ کیا خوبصورت مثال ہے۔

محدث اور فقیہ دونوں ہی حفاظ حدیث میں سے ہیں۔ ایک الفاظ حدیث کا امین ہے تو دوسرا معنی حدیث کا محافظ ہے۔ محدث الفاظ حدیث کو اس کی صحیح سند اور صحیح متن کے ساتھ جمع کرتا ہے۔ اور کسی غیر کے کلام کو اس میں شامل ہونے نہیں دیتا ہے، اور ایک ایک حدیث کو مختلف طرق سے اور مختلف راویوں سے جمع کرنے کا اہتمام کرتا ہے (اس کے متعلق مزید تفصیلات آگے، ترقیم احادیث پر تدلیس کے الزام کے جواب کے ضمن میں آئیں گی ان شاء اللہ)۔ پھر ان روایات کی لڑی کو وہ اپنی کتب حدیث کے شوکیس میں بڑی خوبصورت ترتیب کے ساتھ سجاتا جاتا ہے۔ وہ ایک ایک عنوان پر کئی کئی روایات مختلف اسانید اور الفاظ کے فرق کے ساتھ جمع کرتا ہے۔ لیکن ان مختلف روایات میں کونسی حدیث پر عمل کیا جائے گا اور کونسی حدیث کو ترک کیا جائے گا۔ یہ فن محدث کا نہیں ہے بلکہ فقیہ کا ہے۔ کیونکہ فقیہ فن حدیث کے علم کے ساتھ ساتھ ان کے ناسخ و منسوخ اور تقدیم و تاخیر کے اصول سے بخوبی واقف ہوتا ہے۔ پھر وہ اپنی فہم و فراست اور قوت استدلال سے منشاء خداوندی کو سامنے رکھ کر ان احادیث کی روشنی میں عمل صحابہ کو مد نظر رکھتے ہوئے فقہی اصول مرتب کرتا ہے۔ پھر ان اصولوں کی روشنی میں مسائل کا استنباط کرتا ہے۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ خود محدثین، اپنے پاس لاکھوں حدیثیں ہونے کے باوجود، اکثر فقہی مسائل میں فقہاء کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا فقہی مسلک:

اگرچہ کے اس میں اہل علم کا اختلاف ہے، لیکن بعض علماء نے آپ کو شافعی لکھا ہے۔

مثال کے طور پر الإمام تاج الدين السبكيؒ المتوفى: ۷۷۱-هجري نے ابوعبد اللہ (امام بخاریؒ) کا تذکرہ اپنی کتاب طبقات (الشافعیہ) میں کیا ہے:

آپ فرماتے ہیں کہ انہوں (امام بخاری) نے سماع (حدیث) کیا ہے زعفرانی، ابوثور اور کرابیسی سے، (امام سبکی کہتے ہیں کہ) میں کہتا ہوں کہ انہوں (امام بخاری) نے امام حمیدی سے فقہ حاصل کی تھی اور یہ سب حضرات امام شافعی کے اصحاب میں سے ہیں۔ (طبقات الشافعية الكبرى:214/2)

اور علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) آپ کو امام شافعی کے قریب لکھتے ہیں (فتح الباری: ۱/۲۳۱)

غیر مقلدین کے مجدد وقت، مجتہد العصر اور شیخ الکل نواب صدیق حسن خان صاحب کے نزدیک بھی امام بخاری شافعی المسلک ہیں۔ (ابجد العلوم: ۱۲۶/۳، طبع مکتبہ قدوسیہ لاهور, مولفه: اهلحدیث نواب صدیق حسن خان صاحب)

عند البعض حضرت امام بخاریؒ مجتہد تھے، پھر اس میں اختلاف ہے کہ مجتہد مطلق تھے یا مجتہد منتسب۔(یعنی وہ مجتہد جو اپنے امام و مقتدیٰ کے اصول و ضوابط کو پیشِ نظر رکھ کر اجتہاد کرتا ہے۔)

بہر حال یہ بات صحیح ہے کہ آپ بہت سے مسائل میں امام شافعیؒ کے تابع چلے، تاہم ان مسائل کی بھی کمی نہیں جن میں آپ نے فقہ شافعی سے اختلاف کیا اور فقہ حنفی کو اختیار کیا، اس کا باعث آپ کے استاد اسحق بن راہویہ کو سمجھا جاتا ہے۔ محدث کبیر مولانا بدر عالم مدنیؒ نے فیض الباری جلد چہارم کے آخر میں ان مسائل کی ایک فہرست دی ہے جن میں امام بخاری فقہ حنفی کے مطابق چلے ہیں۔

بہر حال یہ ایک حقیقتِ مسلمہ ہے کہ حضرت امام بخاریؒ تارکِ تقلید اور منکرِ تقلید نہ تھے۔(ماخوذ از الہام الباری، ص75,76)اس لئے آج کے ترکِ تقلید اور منکرِ تقلید کے مدعیان کا امام بخاریؒ کو اپنی صفوں میں شامل کرکے اپنے علمی قدو قامت کو بلند کرنا نہ صرف تاریخ کو جھٹلانا ہے بلکہ اپنی خواہش نفسانی کی تکمیل میں حضرت امام بخاریؒ کی جلالتِ شان سے استہزاء و تخفیف ہے، اور علمی دنیا میں ایک بڑے مغالطے کو پھیلانا بھی ہے۔ جو فن حدیث اور روایتِ حدیث کے سلسلہ میں ملحوظ احتیاط کو بھی مجروح کرنا ہے۔ ایسے غیر مقلدین حضرات کو منصبِ حدیث زیب نہیں دیتا ہے۔

محدثین پر فقہاء کی فضیلت:

احادیث کو یاد کرنا بہت بڑی سعادت ہے۔ مگر ان احادیث سے مسائل مستنبط کرنا ہر ایک کا کام نہیں ہے۔ اسی وجہ سے فقیہ کا مقام محدث سے اونچا ہے جیسے ایک ممتاز حافظ قرآن کو الحمد سے والناس تک قرآن مجید خوب یاد ہے تمام قرآن مجید کو سنایا۔ ایک غلطی بھی نہیں ہوئی۔ اگر آپ اس سے پوچھ لیں کہ حافظ جی!وَیۡلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃٍ کا کیا معنی ہے وہ کہے گا کہ بھائی میں نے ترجمہ اور تفسیر نہیں پڑھی ہے۔

شیخ عبد الفتاح ابو غدہؒ نے اسحاق بن راھویہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ، ہم امام احمد بن حنبل، امام یحیٰی بن معین اور دیگر محدثین کرام کے مجلس میں حدیث کے سلسلہ میں مذاکرہ کرتے تھے، کہ یہ حدیث کتنے اسانید کے ساتھ مروی ہے۔ یحیٰی بن معین فرماتے کہ ایک طریق یہ بھی ہے، ایک سند یہ بھی ہے تو میں کہہ دیتا کہ یہ حدیث بالاجماع صحیح ہے۔ سب کہتے ہاں، پھر میں کہتا کہ اس حدیث کا مطلب کیا ہے۔ اسکی تفسیر و تشریح کیسے ہے۔ اس سے کونسے مسائل مستنبط ہیں تو سب کے سب خاموش رہتے صرف امام احمد بن حنبل تشریح و مقاصد بیان کرتے۔(مقدمۃ الجرح و التعدیل لابن ابی حاتم ص:۲۹۳)

اس سے معلوم ہوا کہ احادیث اور ان کے اسانید یاد کرنا الگ کام اور مسائل و احکام کا استنباط جدا کام ہے۔

الحمدللہ فقہ حنفی کو طویل عرصہ تک رائج الوقت قانون ونظام کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ خلافت عباسیہ، خلافت عثمانیہ اور مغل سلطنت میں صدیوں تک عدالتی قانون کے طور پر فقہ حنفی کی عمل داری رہی ہے جس کی وجہ سے تجربات ومشاہدات کا جو ذخیرہ اس کے پاس ہے اور انسانی معاشرہ کی مشکلات کو سمجھنے اور حل کرنے کی جو صلاحیت و تجربہ اس کے دامن میں ہے، وہ (ایک حد تک فقہ مالکی کے سوا) کسی دوسری فقہ کو میسر نہیں آیا۔ آج بھی عالمِ اسلام میں عدالتی اور انتظامی طور پر شرعی احکام و قوانین کے نفاذ کے جو اصول وضوابط فقہ حنفی میں ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ موجود دور میں اسلامک بینکنگ اور اصول تجارت وغیرہ میں جو علماء احناف کی تحقیق اور کاوشیں ہیں، وہ فقہ حنفی کی امتیازی شان کو اجاگر کرتی ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ بڑے بڑے علماء اور دانشوروں کی موجودگی میں ایک ایسے شخص کی فقہ ایک ہزار سال سے رائج رہے اور کروڑوں لوگ استفادہ کریں جس کے پاس احادیث کا علم ہی نہ ہو۔۔۔؟؟؟

فقیہ اور اَفقہ ہونا کوئی معمولی بات نہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ خود کتنے بڑے محدث ہیں، لیکن ایک جگہ اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

وَ کَذٰلِکَ قَالَ الْفُقَهَائِ وَهُمْ أَعْلَمُ بِمَعَانِي الْحَدِيْثِ

(سنن الترمذی۔ کتاب الجنائز/باب ماجاء فی غسل المیت/حدیث: ۹۹۰)

امام یحییٰ بن سعید القطان، امام المحدثین ہیں۔ جرح وتعدیل کے امام ہیں۔ مگر استنباط کا درجہ ان کو حاصل نہیں تھا وہ احکام امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۰۷۔ ترجمۃ وکیع بن الجراح)

احمد بن سعید القاضی فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین سے سنا ہے کہ وہ اپنے شیخ یحییٰ بن سعید القطان سے نقل فرماتے ہیں:

نَكْذِبُ عَلَى اللّٰهِ، مَا سَمِعْنَا رَأْياً أَحْسَنَ مِنْ رَأْيِ أَبِيْ حَنِيفَةَ وَقَدْ أَخَذْنَا بِأَكْثَرَ مِنْ اَقْوَالِهِ (تہذیب التہذیب ۱۰/۴۵۰)

"ہم جھوٹ نہیں بولتے، ہم نے امام ابو حنیفہ کی رائے سے بہتر رائے کسی سے نہیں سنی ہم نے اُن کے اکثر اقوال پر عمل کیا ہے۔"

اسی طرح وکیع بن الجراح امام شافعیؒ کے استاذ امام ابو حنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ للذھبی ۱/۳۰۷۔ تہذیب التہذیب ۱۱/۱۲۶۔۱۲۷)

بخدا اس میں محدثین کرام کی کوئی توہین نہیں ہے۔ بلکہ ہر فن کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ ایک فقیہ اور مجتہد کے لئے تمام آیات الاحکام اور تمام روایات و آثار پر احاطہ اور غایت درجہ درایت، ناسخ و منسوخ کا مکمل علم، تطبیق روایات میں عمیق تدبر، جرح و تعدیل کا پورا ادراک ضروری ہے۔

انس بن سیرین فرماتے ہیں کہ "میں کوفہ گیا تو وہاں چار ہزار علماء حدیث پڑھ رہے تھے اور چار سو علماء فقہ پڑھ رہے تھے۔" (المحدث الفاصل بین الراوی والواعی: ص: ۵۶۰)

جب یحییٰ بن سعید القطانؒ، وکیع بن الجراحؒ، عبد الرازقؒ، یحییٰ بن معینؒ اور ان جیسے سینکڑوں شیوخ الحدیث اجتہاد و فقہ میں قدم نہیں رکھتے تو آج کل کے مدعیانِ اجتہاد اور تارکین تقلید کی کیا حیثیت ہے۔

امام صاحب رَحْمَۃُاللّٰہِ عَلَیہِ کی روایات صحاح ستہ میں کیوں نہیں۔۔؟؟

غیر مقلدین حضرات کی طرف سے ایک شوشہ یہ بھی چھوڑا جاتا ہے کہ دیکھو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے اپنی صحاح میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ایک روایت بھی نقل نہیں کی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے سوائے اس کے کہ امام صاحب علم حدیث میں کمزور تھے۔؟

جواب:

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ کیا صحیحین میں امام شافعیؒ سے کوئی حدیث مروی ہے؟ نہیں! تو پھر کیا امام شافعیؒ بھی علم حدیث میں کمزور تھے؟ امام احمد جو امام بخاری کے استاد ہیں، جن کے ساتھ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو طویل صحبت نصیب ہوئی ہے۔ اس کے باوجود ان سے مروی احادیث بخاری شریف میں صرف تین جگہوں پر آئی ہیں۔ امام مالکؒ سے بھی صرف چند روایات مروی ہیں۔ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، باوجود امام بخاری کے شاگرد ہونے کہ انہوں نے اپنی صحیح میں امام بخاریؒ کی ایک روایت بھی نقل نہیں کی ہے۔ حالانکہ ان کے ساتھ طویل صحبت رہی ہے۔

درحقیقت ان چار اماموں کے ہزاروں شاگرد تھے تو محدثین کرام کو یقین تھا کہ ان ائمہ کے روایات ان کے تلامذہ کے ذریعہ زندہ رہیں گے، لہٰذا وہ ان اساتذہ کی روایات اپنی کتابوں میں جمع کر گئے ہیں جن کے تلامذہ کا دائرہ محدود تھا۔ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ کا نام صراحۃً نہیں لیتے، بلکہ بسا اوقات کہتے ہیں۔ "بعض أصحاب الكوفة" یہ اس لئے کہ ان کو امام ابو حنیفہ کا قول سنداً نہیں پہنچا ہے اور دیگر ائمہ کے اقوال ان کو سنداً پہنچے ہیں جیسا کہ کتاب العلل میں ان کا ذکر کیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کسی محدث کا (چاہے وہ امام بخاری ہو' امام مسلم ہو' یا دیگر محدثین) کسی مجتہد (چاہے امام شافعی' امام ابو حنیفہؒ) کی روایت نقل نہ کرنے سے ان کی محدثانہ شان میں کوئی فرق نہیں آتا ہے۔

امام بخاری علیہ الرحمۃ کو ثلاثیات کا شرف امام صاحب کے شاگردوں سے ملا:

امام بخاریؒ بہت بڑے محدث اور ہمارے سر کے تاج ہیں امیر المومنین فی الحدیث کا بلند مقام ان کو حاصل ہے' ان کی کتاب صحیح البخاری کو "اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری" کا درجہ حاصل ہے۔ بخاری شریف میں ثلاثیات کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ ثلاثیات وہ احادیث ہیں' جن میں امام بخاری سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک تین واسطے ہیں۔ بخاری شریف میں جہاں ثلاثیات ہیں' وہاں حاشیہ پر ثلاثیات لکھا ہوتا ہے۔ امام بخاریؒ نے بخاری شریف میں ۲۲ ثلاثیات روایت کی ہیں۔ اور امام ابو حنیفہؒ کی تمام روایات ثلاثیات ہیں۔ بلکہ بعض ثنائیات بھی ہیں۔ یعنی کبھی کبھی امام صاحب سے رسول اللہ ﷺ تک دو واسطے ہوتے ہیں اور کبھی تین واسطے ہوتے ہیں۔ امام صاحب کے ثنائیات دو سو سے متجاوز ہیں۔ امام بخاریؒ کو ثلاثیات کا شرف امام صاحب کے شاگرد امام مکی بن ابراہیمؒ سے ملا ہے۔ گویا امام صاحب کا اپنی صحیح میں عالی سند کیساتھ ثلاثیات درج کرنے کا شرف امام صاحب کے شاگردوں کا صدقہ ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ اور حدیث کی مشہور کتابیں:

احادیث کی مشہور کتابیں (بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، طبرانی، بیہقی، مسند ابن حبان، مسند احمد بن حنبل وغیرہ) امام ابو حنیفہؒ کی وفات کے تقریباً ۱۵۰ سال بعد تحریر کی گئی ہیں۔ ان مذکورہ کتابوں کے مصنفین امام ابو حنیفہؒ کی حیات میں موجود ہی نہیں تھے، ان میں سے اکثر امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ مشہور کتب حدیث کی تصنیف سے قبل ہی امام ابو حنیفہؒ کے مشہور شاگردوں (قاضی ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ) نے امام ابو حنیفہؒ کے حدیث اور فقہ کے دروس کو کتابی شکل میں مرتب کر دیا تھا جو آج بھی دستیاب ہیں۔ مشہور کتب حدیث میں عموماً چار یا پانچ یا چھ واسطوں سے احادیث ذکر کی گئی ہیں جبکہ امام ابو حنیفہؒ کے پاس اکثر احادیث صرف دو واسطوں سے آئی تھیں، اس لحاظ سے امام ابو حنیفہؒ کو جو احادیث ملی ہیں وہ اصح الاسانید کے علاوہ احادیث صحیحہ، مرفوعہ، مشہورہ اور متواترہ کا مقام رکھتی ہیں۔ غرضیکہ جن احادیث کی بنیاد پر فقہ حنفی کو مرتب کیا گیا وہ عموماً سند کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کی احادیث ہیں۔

علم حدیث میں امام صاحب سب سے ممتاز ہیں:

جس طرح فقہ میں امام صاحب کو امتیاز و تفوق اور اولیت و مرجعیت حاصل ہے اسی طرح علم حدیث میں بھی اولیت واسبقیت حاصل ہے۔ علم حدیث میں سب سے پہلی تصنیف آپ کی ''کتاب الآثار'' ہے اور فقہی ترتیب پر یہ پہلی کتاب ہے، امام مالک نے بھی ترتیب میں کتاب الآثار سے استفادہ کیا ہے۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

آپ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے علم حدیث کو ابواب فقہیہ پر مرتب فرمایا ہے، پھر امام مالک نے موطا کی ترتیب میں آپ کی اتباع کی آپ سے پہلے کسی نے یہ قدم نہیں اٹھایا۔ (علامہ سیوطی، تبییض الصحیفہ ص: ۲۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۹۹۰ء)

اسکے باوجود یہ کہنا کہ

لَمْ یَکُنْ لِلأَحْنَافِ شَغَفٌ فِی الْحَدِیْثِ

''احناف کو احادیث سے دلچسپی نہیں ہے''

یا احناف کے بارے میں یہ کہنا کہ

لَیْسَ لِلأَحْنَافِ قَدَمٌ فِیْ رِوَایَاتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ

احناف کو رسول اللہ ﷺ کی روایات میں مہارت نہیں۔

یہ اقوال مردود ہیں کیونکہ امام صاحب کی جامع المسانید اس بات کی واضح دلیل ہے کہ امام صاحب کو حدیث کے باب میں مہارت تامہ حاصل تھی۔

اعتراض:

ایک سوال یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر امام ابو حنیفہ علم حدیث کے اس بلند مقام پر فائز تھے اور امام صاحب کے اساتذہ و تلامذہ کی فہرست بھی اس قدر وسیع ہے اور علم حدیث میں امام صاحب کی کتابیں اور روایتیں موجود ہیں تو پھر احادیث کے حفظ اور نقل و روایت میں آپ کی وہ حیثیت نمایاں کیوں نہ ہو سکی جو دیگر محدثین کی ہوئی۔۔۔؟؟؟؟

جواب:

اس اعتراض کا بہت ہی پیارا جواب شیخ محمد یوسف صالحی نے دیا ہے وہ رقم طراز ہیں:

"حضرت امام (ابو حنیفہ رحمہ اللہ) کو احادیث بہت زیادہ یاد ہونے کے باوجود روایتیں آپ کی سند سے بہت کم ہیں، جس کے دو بنیادی اسباب ہیں۔ اول یہ کہ آپ کا اہم ترین مشغلہ فقہ واجتہاد اور ادلہ شرعیہ سے احکام کا استنباط تھا نہ کہ نقلِ روایت، جس طرح سے جلیل القدر کبار صحابہ احادیث پر عمل اور ان سے احکام کے استنباط سے دلچسپی رکھتے تھے اور انتہائی

احتیاط کے باعث حدیثوں کی روایت سے گریز کرتے تھے، چنانچہ ان کی مرویات بہ نسبت دوسرے صحابہ کے کم ہیں، حالانکہ انہیں حدیثوں کا علم کم نہیں ہوتا تھا۔ دوم یہ کہ خود حضرت امام ابوحنیفہ کے یہاں حدیث بیان کرنے کے لئے شرائط سخت تھے منجملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ کسی شخص کو حدیث بیان کرنے کی اجازت اسی وقت ہوگی جب کہ اس نے سننے کے وقت سے لے کر بیان کرنے کے وقت جوں کا توں محفوظ رکھا ہو۔ (یوسف صالحی دمشقی، عقود الجمان ص: ۲۹۴ تحقیق و دراسہ عبدالقادر افغانی، رسالۃ ماجستر، جامعہ ام القری، ۱۳۹۹ھ)

شیخ صالحی کی بات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو اسباب ہیں جن کی بنیاد پر امام صاحب کی روایتیں کم ہیں، لیکن اگر امام صاحب کی تصنیفات و مرویات کا جائزہ لیا جائے تو قطعا اس سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا کہ امام صاحب کی روایتیں کم ہیں اس لئے کہ صرف خوارزمی کی "جامع المسانید" میں آپ کی سند سے مرفوع احادیث کی تعداد نو سو سولہ (۹۱۶) ہے اور اگر آثار صحابہ کو ملا لیا جائے تو یہ تعداد بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ جب کہ امام مالک کے متعلق علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

امام مالک کے پاس صحیح احادیث کا جو کچھ سرمایہ ہے وہ سب موطا میں موجود ہے اور موطا مالک کی کل حدیثیں تین سو (یا کچھ کم و بیش) ہیں۔ (مقدمہ ابن خلدون ۱/۵۵۶ الفصل السادس فی علوم الحدیث)

اتنا سب کچھ واضح ہونے کے باوجود غیر مقلد مولانا صاحب کا چند معترضین کے اقوال کو سامنے رکھ کر اس کو غلو اور تدلیس سے تعبیر کرنا ناانصافی اور حق سے روگردانی کے مترادف ہے۔ اور حق یہ ہے کہ اس طرح کے الزامات، تنقیص اور تبصروں سے کوئی بھی علمی اور تاریخی شخصیت محفوظ نہیں ہے۔ تاہم منصف مزاج حضرات نے تمام اعتراضوں کو "بکواس" کہہ کر، آپ کی جلالت شان پر مہر ثبت کر دی ہے۔

چنانچہ شیخ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں:

"ولا عبرة لكلام بعض المتعصبين في حق الامام، بل كلام من يطعن في هذا الامام، عند المحققين يشبه الهذيانات"

"امام ابوحنیفہ کے حق میں بعض متعصبین کے کلام کا اعتبار نہیں؛ بلکہ جو شخص امام صاحب پر طعن کرتا ہے تو اس کا کلام بکواس کے مشابہ ہے عند المحققین"

آخری بات:

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیہ کا "علم حدیث" میں بہت اونچا مقام ہے؛ چنانچہ آپ صرف محدث ہی نہیں بلکہ امامِ حدیث، حافظ حدیث اور صاحب "جرح و تعدیل" ہونے کے ساتھ ساتھ کثیر الحدیث ہونے میں امام

بخاری وغیرہ کے ہم پلہ ہیں، نیز آپ پر مخالفین کی جانب سے، خصوصاً حدیث کے تعلق سے کیے گئے اعتراضات، محض حسد و عناد پر مبنی ہیں۔ (انجاء الوطن، ص: ۴۴) جو بازاری افسانوں اور بکواس کلاموں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے،

مَا يَضُرُّ الْبَحْرَ أَمْسىٰ زَاخِرًا أَنْ رَمٰى فِيْهِ غُلَامٌ بِحَجَرٍ

''بھرے ہوئے سمندر میں اگر کوئی لڑکا کوئی پتھر پھینکے تو اس نے اس سمندر کا کیا بگاڑا۔''

اللہ تعالیٰ! امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے درجات کو بلند فرمائے اور آپ کو غریقِ رحمت فرمائے، اور پوری امت کی طرف سے آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور الموسوعۃ الحدیثۃ لمرویات الإمام أبي حنیفۃ کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین، بجاہ سید المرسلین

قلمی نسخوں کی تحقیق کی روداد:

چند دن قبل کی بات ہے کہ مکہ مکرمہ میں بندہ کسی کام سے مؤلف موسوعہ حضرت مولانا لطیف الرحمن قاسمی حفظہ اللہ کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ حضرت اپنے دار التصنیف میں اپنی کرسی پر تشریف فرما ہیں اور میز پر مختلف کتابیں اور اوراق پھیلے ہوئے ہیں. حضرت کے سامنے "الموسوعہ الحدیثۃ لمرویات الامام ابی حنیفہ" کی جلد نمبر ا کھلی ہوئی تھی، اور آپ اس پر کچھ نشاندھی فرمارہے تھے۔ سلام دعا کے بعد بندہ حضرت کے ساتھ والی کرسی پر ادب سے بیٹھ گیا۔ کچھ گفت وشنید کے بعد حضرت نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے حدیثی مجموعوں کی تعداد پر تحقیق کا ذکر کرتے ہوئے، دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے مخطوطات پر کام کی نوعیت اور اس کی اہمیت اور مشقت کو اجاگر کیا۔ پھر سامنے رکھی ہوئی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۰۱ کو دکھاتے ہوئے حضرت نے جو فرمایا اس کو سن کر بندہ حیران و ششدر رہ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ میں نے مسند امام ابو حنیفہ بروایت ابن مندہ کے قلمی نسخے کی تحقیق کا خلاصہ یہاں چند سطروں میں لکھا ہے کہ یہ قلمی نسخہ ابن مندہ کا نہیں بلکہ حارثی کا ہے، (جو کل ملا کر کوئی چودہ سطریں بنتی ہیں)، اس کے لیے بندے نے ہزاروں کلومیٹر کا سفر کیا، مکہ مکرمہ سے جکارتہ انڈونیشیا گیا، وہاں جا کر اس نسخے کو تلاش کیا۔ اس پورے سفر میں تقریباً دولاکھ روپے خرچ ہوئے۔ (مکہ مکرمہ سے جکارتہ تقریباً آٹھ ہزار کلومیٹر ہے، جا کر واپس آنے میں تقریباً سولہ ہزار کلومیٹر بنتے ہیں)۔

جن چودہ سطروں کو پڑھنے میں قاری کو مشکل سے دو منٹ لگتے ہیں، ان کو لکھنے کے لیے مؤلف نے تقریباً اٹھارہ ہزار کلومیٹر کا سفر کیا ہے۔ آج جس کتاب کی بیس جلدوں کو خریدنے میں چند ہزار روپیے خرچ ہوتے ہیں، اس کی ایک جلد کے چند سطور کو لکھنے میں لاکھوں روپیے خرچ ہوئے ہیں۔ کیا خیال ہے آپ کا پورے بیس جلدوں کے بارے میں۔ اور اس کے علاوہ آپ

کی باقی تصانیف کے بارے میں جو کئی کئی مجلدات پر مشتمل ہیں، کہ ان کی تحقیق، تخریج، ترتیب و تصنیف میں زندگی کا کتنا حصہ اور سرمایہ صرف ہوا ہو گا؟

نسخۂ ابن مندہ کی تلاش کی روداد:

شیخ نے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ

''بہت سے مخطوطات کی فہرست بنانے والوں نے اپنی فہرست میں یہ بات لکھی ہے کہ مسند ابی حنیفہ لابن مندہ (یعنی ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مسند کے مصنف ہیں)، اور اس کا نسخہ جکارتہ کے ایک مکتبے میں رکھا ہوا ہے۔ تو مجھے بڑا تعجب ہوا کہ ابن مندہ تو بڑے اہم آدمی ہیں، انہوں نے امام صاحب کی احادیث کو جمع کیا ہے۔ فؤاد سزکین نے تاریخ التراث العربی میں اس مسند کا تذکرہ کیا ہے، انہی کو دیکھ کر عرب مفہرسین نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے، حتی کہ شیخ ناصر الدین البانی صاحب مرحوم نے بھی اس مسند کا تذکرہ کیا ہے۔ ان سارے حضرات نے اس کی تصریح کی ہے کہ یہ نسخہ جکارتہ کی لائبریری میں موجود ہے۔ تو بندے کو جستجو ہوئی کہ اس کو تلاش کیا جائے۔ کیونکہ دنیا میں جہاں جہاں امام صاحب کے مسودے تھے تو تمنا ہوتی تھی کہ اس کو حاصل کیا جائے۔

اس غرض سے بندہ نے مکہ مکرمہ سے دہلی ہوتے ہوئے جکارتہ کا سفر کیا۔ جکارتہ میں دارالقرآن کے ذمہ داروں نے اس سلسلے میں بہت تعاون کیا۔ ایرپورٹ پہنچ کر استقبال کیا، اور ان کے علماء کا ایک وفد ہمیں ساتھ لے کر چار پانچ دن تک اس مکتبے کو تلاش کرتا رہا۔ مگر اس مکتبے کا نام ونشان موجود نہیں تھا۔ جن احباب سے بھی اس مکتبے کے بارے میں پوچھتے وہ لاعلمی کا اظہار کرتے۔ اس دوران ان حضرات نے بہت خدمت کی اور خوب اکرام کیا، اور متعدد جگہ تفسیر اور بیان کی مجالس منعقد کیں۔ پھر بعض لوگوں کے مشورہ سے اس علاقے کے ایک میوزیم کے پرانے ذمہ دار کے پاس گئے، وہ ایک معمر عورت تھیں، ان کو اس علاقے کی ساری معلومات تھیں، انہوں نے بتایا کہ ہاں وہ مکتبہ پہلے یہاں ہوا کرتا تھا۔ لیکن کافی دن پہلے وہ مکتبہ اور مکتبے کی کتابیں شہر کے کنارے دوسری عمارت میں منتقل ہو چکی ہیں۔ جہاں سفارت خانے کی آفسیں ہیں۔ بلآخر بڑی تلاش کے بعد ہم اس مکتبے میں پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر میں نے مکتبے کے مدیر سے درخواست کی کہ وہ نسخہ مجھے دیں، تو انہوں نے اس کو نکال کر دیا۔ تو بلآخر جس نسخے کی تلاش میں ہم اتنا سفر کر کے پہنچے تھے، وہ اس وقت میرے سامنے تھا۔

میں نے اس نسخے کا دقت کے ساتھ مطالعہ کیا، اس کے غلاف وغیرہ کا تفصیل سے جائزہ لیا اور نسخے کے حوامش اور استدراکات کو دیکھتا رہا، تو معلوم ہوا کہ وہ حافظ مرتضی زبیدی رحمۃ اللہ علیہ کا نسخہ تھا، اور جگہ جگہ ان کے قلم سے استدراکات موجود تھے۔ کتاب کے غلاف پر ان کا ایک قوی استدراک تھا۔ کاتب سے کتاب کا نام لکھنے میں چوک ہو گئی تھی تو اس نے غلاف پر مسند ابی حنیفہ لابن مندہ لکھ دیا تھا، لیکن حافظ مرتضی زبیدی نے اس نام پر استدراک کیا تھا کہ یہ غلط ہے، حقیقت میں یہ مسند

ابی حنیفہ للحارثی کا نسخہ ہے اور ابن مندہ راوی ہیں۔ جنہوں نے اس نسخے کو دیکھ کر فہرست بنایا، ان کی غلطی ہے کہ انہوں نے اس مسند کا نام مسند ابی حنیفہ لابن مندہ رکھ دیا۔ اور ان کی نظر مرتضی زبیدی کے استدراک پر نہیں گئی۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ عام طور پر مکتبات کی فہرست بنانے والے علوم میں اتنے ماہر نہیں ہوتے ہیں۔ مستشرق المانی نے اپنی فہرست میں اسی مکتبے کی فہرست پر اعتماد کیا ہے۔ اور ان سے یہ چوک ہوگئی اور ان کی اس غلطی سے عام فہرست بنانے والے عرب اور غیر عرب مفہرسین اور محققین کو چوک ہوئی۔ بندہ نے اس متعب سفر سے اس وہم کا ازالہ کیا۔ جو عام مفہرسین باحثین اور محققین کے درمیان پھیلا ہوا تھا۔ اس تحقیق کے بعد پھر واپسی ہوئی۔ آنے جانے میں تقریباً دولاکھ روپے خرچ ہوئے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بندے نے اپنی کتاب میں جو یہ چند سطور کے نوٹ لکھے ہیں، صرف اس بات کی تحقیق کے لیے اتنا لمبا سفر اور اتنا لمبا خرچہ ہوا ہے۔

مسند ابی حنیفہ لحسام الدین مکی الرازی کے نسخے کی تلاش:

اسی طرح مؤلف موسوعہ نے صفحہ نمبر ۱۰۲ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک اور نسخے کی تحقیق کے متعلق فرمایا کہ:

"مستشرق المانی نے تاریخ الادب العربی میں لکھا ہے کہ ایک مسند ابی حنیفۃ ہے جس کے مؤلف حسام الدین علی بن احمد بن مکی الرازی ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ برصغیر کے بڑے علماء میں مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ جو امام صاحب کی کتابوں کے، کتاب الاثار اور مسانید کے سب سے بڑے عالم تھے، (جن کے بارے میں شیخ عوامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ اس فن کے سب سے بڑے عالم مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب ہیں)۔ تو انہوں نے بھی جہاں پر امام صاحب کی مسانید کا تذکرہ کیا ہے وہیں پر اس مسند کا بھی ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ حسام الدین مکی الرازی کی ایک مسند ہے جو ایسی ہے اور ایسی ہے۔ لہذا مستشرق المانی اور ان جیسے لوگوں کے اس مسند کے تذکرے کی وجہ سے بندے کو اشتیاق ہوا کہ اس کو حاصل کیا جائے۔ جستجو اور تلاش کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ نسخہ ترکی کے شہر استنبول میں ہے۔ اس کی اہمیت کی وجہ سے صرف اس ایک نسخے کے لیے ہم نے استنبول کا سفر کیا۔ ایک ہفتے کے قریب وہاں قیام کرکے تلاش کرتے رہے۔ پھر معلوم ہوا کہ یہ مسند عام مکتبات میں نہیں ہے، بلکہ وزیر سیاحہ کا کوئی خاص مکتبہ ہے، جس کے اندر یہ نسخہ موجود ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ وہاں سے اس نسخے کا حاصل کرنا بہت دشوار اور مشکل ہے، ممکن نہیں ہے۔ لہذا ہم نے وہاں کے کچھ صاحب اثر و رسوخ حضرات کے ذمہ لگایا تو انہوں نے کہا کہ ہماری کوشش جاری ہے۔ تقریباً ایک ہفتے کے بعد جب واپسی کے لیے ہم ایرپورٹ پر تھے تو ٹیلی فون آیا کہ ہماری بات مستشار وزیر سے ہوگئی ہے، انہوں نے کہا ہے کہ ہم کچھ دنوں میں وہ نسخہ آپ کو دکھائیں گے۔ بہر حال جب بندہ مکہ مکرمہ واپس آکر اپنے تصنیفی کام میں مشغول ہوگیا، اس دوران انہوں نے وہ پوری مسند کی کاپی بذریعہ ای میل بھیج دی۔ الحمد للہ

پھر جب اس مسند کا مطالعہ شروع کیا اور مسند ابی حنیفۃ لابن خسرو سے اس کا مقارنہ کیا تو دیکھا کہ الف سے یا تک اسی کے مطابق ہے، کوئی فرق نہیں ہے۔ پھر تجسس ہوا کہ اس مماثلت کی وجہ کیا ہے۔ غور کرنے پر یہی وجہ سمجھ میں آئی کے حسام الدین مکی دراصل یہ راوی ہیں ابن خسرو کی مسند کے۔ تو مستشرق المانی جو فہرست بنارہے تھے یا جن لوگوں نے اس کتاب کی فہرست بنائی ہے، وہ مؤلف اور راوی میں تمیز نہیں کرسکے۔ تو اس تمیز کے نہ کرسکنے کی وجہ سے مستشرق المانی نے یہ کہہ دیا کہ حسام الدین مکی اس کے مصنف ہیں، حالانکہ وہ مصنف نہیں بلکہ راوی تھے۔ ان کے اس بات کو ذکر کرنے کی وجہ سے عام طور پر ہر طرف یہ بات پھیل گئی کہ حسام الدین مکی الرازی کی ایک مسند ہے امام صاحب کی، حالانکہ ان کی کوئی مسند نہیں ہے، بلکہ وہ ابن خسرو ہی کی مسند ہے جس کی ہم نے تحقیق کی ہے۔ تو اس سفر سے ایک عام غلط فہمی جو عام باحثین، محققین اور مفہرسین میں متداول تھی وہ ختم ہو جائے گی ان شاء اللہ۔ چنانچہ اس نسخے کی تحقیق میں بھی لاکھوں روپے خرچ ہوئے اور تقریباً پانچ ہزار کلومیٹر کا سفر کیا۔"

حاصل کلام یہ ہے کہ موسوعہ کی تالیف کے لیے ایک ایک قلمی نسخے کی تحقیق کی خاطر مؤلف نے کئی کئی دن کی مشقتیں اٹھائی ہیں اور ہزاروں کلومیٹر کا سفر طے کیا ہے۔ آج اے، سی میں نرم نرم گدوں پر بیٹھ کر کسی کے اتنے بڑے کام پر اعتراض کرنا یا خامیاں نکالنا بہت آسان ہے، کیونکہ اعتراض کے لیے کسی زیادہ علمی قابلیت یا محنت کی ضرورت نہیں ہے، کبھی کبھی اس کے لیے جہالت اور تنگ نظری بھی کافی ہو جاتی ہے۔

وہ کتاب کی سطریں عربی میں نیچے ملاحظہ فرمائیں:

ولما فتحت الكتاب فإذا هو مسند الإمام أبي حنيفة للحافظ عبد الله ابن محمد بن يعقوب الحارثي برواية الحافظ أبي عبد الله محمد بن إسحاق بن منده ولما دققت النظر على الغلاف ثانياً فوجدت تحته استدراكاً على ما كتب من الناسخ خطأ وهو بخط الحافظ مرتضى الزبيدي هكذا:

"صوابه تخريج الإمام أبي محمد عبد الله بن محمد بن يعقوب بن الحارث الحارثي البخاري، رواية أبي عبد الله محمد بن إسحاق بن محمد ابن يحيى بن منده الأصبهاني الحافظ عنه، رواية ولده أبي محمد عبد الوهاب وأبو بكر أحمد ابن الفضل بن محمد الباطرقاني، كتب محمد مرتضى"

والحاصل أن هذه النسخة هي في الحقيقة: لمسند الإمام أبي حنيفة تأليف عبد الله بن محمد بن يعقوب الحارثي، ورواه عنه هذا المسند الحافظ ابن منده، وما كتب الناسخ على الغلاف فهو خطأ نشأ عن جهله بالراوي والمؤلف فاختلط عليه هذا الأمر فأتى بما ترى، ثم راجعت الفهرست للمكتبة فوجدته كان على الصواب فلا أدري كيف وقع فؤاد سزكين في هذه المغلطة، لأن تصنيفه هذا كان اعتماداً على فهارس المكتبات۔ (مقدمة الموسوعة الحديثية/المجلد الأول، صفحه ۱۰۱)

تنبیہ آخر:

ومن هذا القبيل ما كتب فؤاد سزكين في تاريخ التراث العربي (٤٣/١٣الفقه): أن الشيخ حسام الدين علي بن أحمد بن مكي الرازي صنف مسنداً للإمام أبي حنيفة رحمة الله عليه ونسخته الخطية في مكتبة سرائي أحمد الثالث باسطنبول۔

ولفظ فؤاد سزكين: مسند أبي حنيفة عن حسام الدين علي بن أحمد بن مكي الرازي، المتوفى سنة ٥٩٨هـ/١٢٠١م، انظر: بروكلمان ملحق ١/٦٤٩، سرائي أحمد الثالث ٣٦٤ (١٥٨) ورقة) ٨٣٨هـ، انظر فهرس ٢/١٤٣، انتهى۔

ثم سافرت إلى تركيا للحصول على هذا المسند في ١٤٣١/٨هـ وساعدني في هذا الأمر الأخ الفاضل محمد فاتح قايا حفظه الله وتعب فيه، لأن هذه المكتبة تحت وزارة السياحة ولا يمكن تصوير كتب هذه المكتبة لكل أحد، ثم إنه ظفر بها أخيراً بجهده فجزاه الله خيراً، ثم أرسلها إليّ بالإيميل الأخ مولانا عبد القادر والدكتور عبد الكريم فجزاهم الله خيراً۔

ولما فتحت الكتاب في الإيميل تفاجأت أنه مسند أبي حنيفة للحافظ حسين بن محمد بن خسرو، البلخي، المتوفى سنة ٥٢٢هـ، وقد وفقني الله تعالى بفضله لتحقيق هذا المسند آخذاً إياه من لجنة إحياء المعارف النعمانية بحيدر آباد الهند، وهذا المسند (أي عن حسام الدين علي بن أحمد بن مكي الرازي) لم يذكره أحد قبل فؤاد سزكين، ثم تبعه آخرون۔

وفؤاد سزكين وقع في هذه المغلطة لعدم وقوفه على الفرق بين راوي الكتاب ومصنفه، فإنه لما رأى هذه النسخة مكتوب في أول سطرها أخبرنا ... الفقيه الإمام العالم حسام الدين ... إلخ» ظن أنه هو مصنف الكتاب ولم يدر أن رواة النسخة يذكرون قبل المصنف، ومثل هذا الخطأ وقع له في التنبيه السابق فإن أبا عبد الله محمد بن إسحاق بن مندة راوي الكتاب لمسند الإمام أبي حنيفة للحارثي جعله مصنفاً فليحفظ هذا وليصحح، والله المستعان۔ (مقدمة الموسوعة الحديثية/المجلد الأول، صفحة ١٠٢—١٠٣)

"الموسوعۃ الحدیثیہ لمرویات الامام ابی حنیفہ" میں تعداد و ترقیم احادیث پر اعتراضات کا جواب:

غیر مقلد مولوی عبداللہ ناراین پوری صاحب نے جو اعتراضات کیے ہیں، ان سب کا خلاصہ دو باتیں ہیں۔

پہلا اعتراض احقر کی تحریر پر تھا، جو موسوعہ کے تعارف میں لکھی گئی تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ اس میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تعریف میں اور ان کی شان محدثیت کو ثابت کرنے میں غلو سے کام لیا گیا ہے۔ لیکن الحمدللہ پچھلی قسطوں میں ان اعتراضات کا تحقیقی جائزہ لیا گیا تھا، اور اس کا مکمل و مدلل جواب پیش کیا گیا تھا۔

دوسرا اعتراض "الموسوعۃ الحدیثیہ لمرویات الامام ابی حنیفہ" میں تعداد و ترقیم احادیث کی ترتیب پر ہے۔ آگے ہم ان شاءاللہ ان الزامات کا تحقیقی جائزہ لیں گے اور ان اعتراضات کا مدلل جواب پیش کریں گے۔

اعتراض:

نارائن پوری صاحب نے، "الموسوعۃ الحدیثیہ لمرویات الامام ابی حنیفہ" میں تعداد و ترقیم احادیث کی ترتیب کے متعلق، مؤلف موسوعہ پر الزام لگاتے ہوئے، ایک لمبی بحث کی ہے، کہ مؤلف نے اپنی کتاب میں موقوفات اور مقطوعات پر مستقل نمبر ڈالے ہیں، اسی طرح مکرر روایتوں پر بھی مستقل ترقیم کی ہے۔ تاکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی روایات کی زیادہ تعداد ثابت کر سکیں۔

جواب:

اللہ تعالیٰ نے اس کتاب "الموسوعۃ الحدیثیہ لمرویات الامام ابی حنیفہ" کو کیا عرب کیا عجم ساری دنیا میں مقبولیت عطا فرمائی ہے۔ الحمدللہ اس کے منظر عام پر آنے سے لیکر اب تک، عالم عرب کے کسی عالم نے، کسی عرب محقق نے اس طرز ترقیم پر کوئی اعتراض یا کلام نہیں کیا ہے۔ دراصل اگر موصوف بھی اعتراض سے پہلے اکابر محدثین و محققین کی کتابوں میں طرز ترقیم روایات کو ایک نظر گہرائی سے دیکھ لیتے تو شاید اس الزام تراشی کی نوبت نہ آتی۔

ترقیمِ احادیث میں محققین کا منہج:

اولاً تو یہ بات پیشِ نظر رہنا چاہئے کہ احادیث کی ترقیم یہ متاخرین کی ایجاد ہے سابقین اور متقدمین کے یہاں یہ چیز موجود نہیں تھی، یہی وجہ ہے کہ کسی مخطوطہ میں اور نہ ہی کسی کتاب میں سابقین کی کوئی ترقیم ملتی ہے، احادیث کی ترقیم ماضی قریب کے علماء و محققین کی ایجاد ہے۔ ان علماء کا طریقہء کار یہی رہا ہے کہ یہ موقوفات و مقطوعات اور مراسیل کی مستقل ترقیم کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ، موطا امام مالک، مصنف عبدالرزاق، جامع معمر ابن راشد، احادیثِ اسماعیل ابن جعفر، الزهد والرقائق لابن المبارک، الجامع لابن وهب، مسند الامام احمد، مستدرک علی الصحیحین، سننِ کبری للبیهقی، سننِ صغری للبیهقی، معرفة السنن والاثار للبیهقی، طبرانی کی معجمِ ثلاثه، بغية الباحث، اخبار مكة للفاكهي، مسند البزار، صحيح ابن خزيمه، صحيح ابن حبان وغیرہ ان کتابوں کی ترقیم پر نظر ڈالی جائے تو سب میں یہ بات نظر آئیگی کہ ترقیمِ روایات میں مرسل، موقوف، مقطوع اور فتاوے میں کوئی تفریق نہیں کی گئی ہے سب کی مستقل نمبرنگ کی گئی ہے، مصنف ابن ابی شیبہ کے جو محققین ہیں وہ اسی طبقہ (غیر مقلدین) سے تعلق رکھتے ہیں سوائے شیخ عوامہ کے، ان سب کی ترقیمات میں بھی موقوف، مرسل، مقطوع وغیرہ کی کوئی تفریق نہیں کی گئی ہے۔ امام بیہقی کی شعب الایمان جس پر معروف غیر مقلد عالم شیخ مختار احمد ندوی صاحب نے تخریج و تحقیق کا کام کیا ہے اور روایات کی ترقیم کی ہے اس میں بھی ترقیم کے باب میں مراسیل و موقوفات اور مقاطیع و فتاوٰے میں کوئی امتیاز نہیں برتا گیا ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ ان سب محققین کی کتب میں یہ طریقہ ترقیم باعثِ اعتراض نہ ہوا، اور موسوعہ ابو حنیفہ میں یہ طریقہ باعثِ اعتراض و اشکال ہو گیا۔؟

امام بخاری وامام مسلم کا منہج:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ترقیم میں بھی اسی منہج کی پیروی کی گئی ہے، چنانچہ موقوفات مقطوعات اور مراسیل پر نظر ڈالیں گے تو مستقل نمبر نگ نظر آئیگی، اسی طرح مسندِ احمد ابن حنبل کا جو متفقہ نسخہ ہے اس میں بھی بغیر کسی لحاظ و تمیز کے سب پر نمبر لگایا گیا ہے، اور ان کتابوں کی مرویات کو ذکر کرتے وقت ان اعداد کا ذکر کیا جاتا ہے مگر اس وقت کوئی ان محققین کو نہ ہی مدلس گردانتا ہے اور نہ ہی اس ترقیم کے حوالے سے کوئی اشکال واعتراض ہوتا ہے۔

بطورِ نمونہ چند مثالیں ذکر کیجاتی ہیں

صحیح بخاری باب القسامة فی الجاهلیة میں ۳۸۴۵ سے ۳۸۵۰ تک تمام روایات میں کوئی بھی مرفوع روایت نہیں ہے۔

۳۸۴۵ پر یہ روایت ہے:

حدثنا ابو معمر حدثنا عبدالوارث حدثنا قطن ابو الهیثم حدثنا ابو یزید المدنی عن عکرمه عن ابن عباس قال:ان اول قسامة کانت فی الجاهلیة لفینا بنی هاشم۔۔۔الخ

۳۸۴۶ پر حضرتِ عائشہ کا یہ قول ہے:

حدثنا عبید بن اسماعیل حدثنا ابو اسامه عن هشام عن ابیه عن عائشة رضی الله عنها قالت: کان یوم بعاث یوم قدمه الله لرسوله صلی الله علیه وسلم۔۔۔الخ

۳۸۴۷ پر حضرت ابن عباس کا یہ فتوی ہے :

وقال ابن وهب اخبرنا عمرو عن بکیر بن الاشج ان کریبا مولی ابن عباس حدثه ان ابن عباس رضی الله عنهما قال لیس السعی ببطن الوادی بین الصفا والمروه سنة انما کان اهل الجاهلیة یسعونها ویقولون لا نجیز البطحاء الا شدا

۳۸۴۸ پر حضرت ابن عباس کا یہ قول ہے:

حدثنا عبدالله ابن محمد الجعفی حدثنا سفیان اخبرنا مطرف سمعت ابا السفر یقول سمعت ابن عباس رضی الله عنهما یقول :۔یا ایها الناس اسمعوا منی ما اقول لکم واسمعونی ماتقولون ولا تذهبوا فتقولوا قال ابن عباس قال ابن عباس من طاف بالبیت فلیطف من وراء الحجر ولا تقولوا الحطیم۔۔الخ

اس کے بعد ایک مقطوع روایت ہے

۳۸۴۹ پر عمرو ابن میمون کا ایک قول ہے:

حدثنا نعیم ابن حماد حدثنا هشیم عن حصین عن عمرو بن میمون قال: رایت فی الجاهلیة قردة اجتمع علیها قردة قدزنت فرجموها، فرجمتها معهم

اس کے آگے پھر حضرت ابن عباس کا اثر ہے جس کا رقم ہے ۳۸۵۰

حدثنا علی بن عبدالله حدثنا سفیان عن عبیدالله سمع ابن عباس رضی الله عنهما قال: خلال من خلال الجاهلیة الطعن فی الانساب والنیاحة۔۔۔الخ

تو ملاحظہ کیجئے ناظرین ایک ہی باب میں مسلسل پانچ روایات پر مستقل ترقیم کی گئی ہے جس میں سے ایک بھی مرفوع روایت نہیں ہے اس طرح کی سینکڑوں مثالیں صحیحین اور دیگر کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔

اعتراض:

آگے غیر مقلد مولوی صاحب کا اعتراض اس بات پر ہے کہ صاحب موسوعہ نے صحابہ و تابعین اور حتی کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے فتاویٰ کو بھی مستقل نمبر دیا ہے۔ ان کے اعتراض کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے، وہ لکھتے ہیں کہ

"صحابہ و تابعین کے فتاوے کو مستقل نمبر شمار کرنا تاکہ امام صاحب کی مرویات کی تعداد زیادہ سے زیادہ دکھائی جاسکے کیا یہ تدلیس نہیں؟ اس موسوعہ میں بے شمار مرویات ایسی ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہیں ہی نہیں، صحابہ کرام یا تابعین عظام کے فتاوے ہیں۔ اور انھیں تسلسل نمبر میں شمار کیا گیا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ اس میں خود امام صاحب کے بے شمار فتاوے ہیں جنھیں تسلسل نمبر میں ایک مستقل نمبر دیا گیا ہے۔ کیا آج تک کسی نے امام صاحب کے ذاتی فتاوے کی تعداد کی وجہ سے انھیں "قلیل الحدیث" کہا ہے؟ پھر ان کے ذاتی فتاوے کو شمار کرکے یہ ہمالیائی تعداد دکھا کر اسے "الموسوعة الحدیثیه لمرویات الامام ابی حنیفه" نام دینے کا کیا معنیٰ؟"

جواب:

یہاں بھی یہ بات قابل غور ہے کہ معترض مولوی صاحب، یا تو محدثین و محققین کے منہج سے ناواقف ہیں، یا پھر صرف اپنی عوام کو بیوقوف بنا کر انہیں اس کتاب سے بدظن کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ جیسے کہ اوپر یہ بات مثالوں کے ساتھ واضح طور پر پیش کردی گئی ہے کہ متعدد احادیث کی کتابوں کی ترقیم پر نظر ڈالی جائے تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مؤلف موسوعہ نے جن فتاوی پر مستقل نمبر دیا ہے، یہ کوئی نئی ترتیب کی ایجاد نہیں ہے بلکہ کبار محدثین و محققین کا یہ طرز رہا ہے کہ، مرسل، موقوف، مقطوع کے ساتھ ساتھ فتاوے پر بھی مستقل نمبرنگ کی ہے، اور ان پر نمبر لگانے میں کسی قسم کی کوئی تفریق نہیں کی ہے۔

موسوعہ میں امام صاحب کے فتاویٰ، تعداد کو بڑھانے کے لیے لکھے گئے ہیں۔؟؟

غیر مقلد مولوی صاحب لکھتے ہیں:

"تعجب خیز بات یہ ہے کہ اس میں خود امام صاحب کے بے شمار فتاوے ہیں جنھیں تسلسل نمبر میں ایک مستقل نمبر دیا گیاہے۔"

جواب:

جہاں تک امام صاحب کے فتاویٰ کی بات ہے تو اس سلسلہ میں یہ عرض ہے کہ اس کتاب میں اگر امام صاحب کے فتاویٰ جمع کرنا مقصود ہوتا تو کتاب کا حجم اس سے کہیں زیادہ ہوتا کیونکہ امام صاحب کے فتاوے کی تعداد بے شمار ہے، کتاب الاصل تیرہ جلدوں میں چھپ کر منظرِ عام پر آچکی ہے، جامع صغیر اور جامع کبیر اور اس طرح کی دیگر کتابیں امام صاحب کے فتاوی کی ہی ہیں اگر ان فتاوی کے جمع کرنے کا اہتمام کیا جاتا تو یہ کتاب سینکڑوں جلدوں سے متجاوز ہو جاتی ، در حقیقت امام صاحب کے فتاوی کتاب کا موضوع ہی نہیں ہے، اس کے لئے دوسری بیسیوں کتابیں موجود ہیں، اس کتاب میں تو امام صاحب کی مرویات بشمول مراسیل، موقوفات ومقاطیع جمع کرنا مقصود ہے اگر کہیں کوئی فتوی نقل کیا گیا ہے تو کسی خاص وجہ اور نادر سبب کے تحت ہی نقل کیا گیاہے۔ جو کہ محدثین کے منہج کے عین موافق ہے۔

اعتراض: موسوعہ میں مجروحین کی روایات کی ترقیم:

ایک اعتراض یہ کیا گیاہے کہ اس کتاب میں ان رواۃ کی احادیث پر بھی مستقل نمبرنگ کی گئی ہے جس میں مجروح ومطعون رواۃ ہیں، یعنی بقول معترض، ایسے رواۃ کی حدیث کو اعداد وشمار کے دائرہ میں نہیں لاناچاہیے۔

جواب:

تو اس سلسلہ میں اصولی بات تو یہ ہے کہ روایات کی ترقیم میں احادیث کی درجہ بندی پیش نظر نہیں رہتی ہے، سنن ابن ماجہ، سنن دار قطنی، طبرانی کی معاجم ثلاثہ اور اس جیسی کتابوں میں کتنی منکرات اور ضعاف روایات ہیں جن کی مستقل ترقیم کی گئی ہے، جبکہ موسوعہ میں جو مجروح رواۃ ہیں ان پر عمومی طور پر جو جرحیں کی گئی ہیں وہ تعصب کی بنا پر ہیں اور محض ان کے اہل رائے ہونے کی وجہ سے ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ سے کہا گیا:

ما الذی نقمتم علی ابی حنیفۃ؟

امام ابو حنیفہ کے بارے میں تم کو کونسی چیز معیوب نظر آئی؟

تو فرمایا: الرای

کہ آپ رائے اور قیاس سے کام لیا کرتے تھے،

کہا گیا: کیا امام مالک نے رائے کی بنا پر باتیں نہیں کہیں ہیں؟

کہا: بل ولکن ابو حنیفۃ اکثر رایا منہ

لیکن ابو حنیفہ ان سے زیادہ رائے اور قیاس کا استعمال کیا کرتے تھے،

تو کہا گیا: فھل لا تکلمتم فی ھذا بحصتہ وھذا بحصتہ؟

تو کیوں نہ تم نے ان پر ان کے حصہ کے بقدر اور ان پر ان کے حصہ کے بقدر کلام کیا؟

فسکت احمد

اس پر امام احمد بن حنبل خاموش رہ گئے۔

دراصل بات یہ ہے کہ وہ رائے جو اسلام میں ناجائز ہے اور اسلام کو ڈھانے کے مترادف ہے یہ وہ رائے ہے جو کتاب وسنت کے صریح مخالف ہو، سلف صالحین کے موقف اور ان کے بیان کئے ہوئے معانی کے معارض ہو۔

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

وإنما القياسُ والرأي الذي يَهدِمُ الإسلام، ويُحلِّل الحرام، ويُحرِّم الحلال: ما عارض الكتاب والسنَّة، أو ما كان عليه سلفُ الأمة، أو معانيَ ذلك المعتبرة. ثم مخالفتُه لهذه الأصول على قسمين:

أحدُهما: أن يخالف أصلاً مخالفةً ظاهرة، بدون أصل آخر. فهذا لا يقعُ من مفتٍ إلاَّ إذا كان الأصل مما لم يبلغه علمُه، كما هو الواقع لكثير من الأئمة، لم يبلغهم بعض السُّنَن، فخالفوها خطأً. وأما الأصولُ المشهورة، فلا يخالفها مسلم خلافاً ظاهراً، من غير معارضة بأصل آخر، فضلاً عن أن يخالفها بعضُ المشهورين بالفتيا.

الثاني: أن يخالف الأصل بنوعِ تأويلٍ وهو فيه مخطئ، بأن يضَعَ الإسمَ على غير موضعه، أو على بعض موضعه، ويُراعي فيه مجرَّدَ اللفظِ دون اعتبار المقصود للمعنىٰ أو غيرِ ذلك.

وإنَّ من أكثر أهل الأمصار قياساً وفقهاً أهلَ الكوفة، حتى كان يقال: فقهٌ كوفي، وعبادةٌ بصريَّة. وكان عِظَمُ علمهم مأخوذاً عن عمر وعلي وعبد الله بن مسعود رضي الله عنهم، وكان أصحابُ عبد الله، وأصحابُ عمر، وأصحابُ علي، من العلمِ والفقهِ بالمكان الذي لا يخفى.

ثم كان أفقَهَهم في زمانه إبراهيمُ النخعي؟؟، كان فيهم بمنزلة سعيد بن المسيب في أهل المدينة، وكان يقول: إني لأسمعُ الحديث الواحد، فأقِيسُ به مئة حديث. ولم يكن يَخرج عن قول عبد الله وأصحابه. وكان الشعبيُّ أعلم بالآثار منه. وأهلُ المدينةِ أعلمُ بالسنةِ منهم.

وقد یوجد لقدماء الکوفیین أقاویلُ متعددۃ، فیھا مخالفةٌ لسنة لم تبلغھم، ولم یکونوا مع ذلک مطعوناً فیھم، ولا کانوا مذمومین، بل لھم من الإسلام مکانٌ لا یخفی علی من عَلِمَ سیرۃ السلف، وذلک لأن مثل ھذا قد وُجِدَ لأصحاب رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، لأن الإحاطة بالسنَّة کالمتعذر علی الواحِد أو النفرِ من العلماء. ومَنْ خالف مالم یبلغہ فھو معذور". انتھی۔ (الفتاوی الکبری ج6 ص 145)

وہ قیاس اور رائے جو اسلام کو ڈھانے کے مترادف ہے، اور حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے والی ہے یہ وہ رائے ہے جو کتاب وسنت کے معارض اور سلف صالحین کے منہج اور ان کے بیان کئے گئے معانی کے خلاف ہو۔ پھر یہ مخالفت بھی دو طرح کی ہوتی ہے، ایک یہ کہ کسی اصل کی، بغیر کسی دوسری اصل کی بنا پر واضح طور پر مخالفت کی گئی ہو، ایسا کسی مفتی سے ممکن نہیں، الا یہ کہ اسے اس اصل کی خبر نہ پہونچی ہو، جیسا کہ بہت سارے ائمہ سے ہوا ہے، جنہیں بعض حدیثیں نہیں پہونچی ہیں، جس کی بنا پر انہوں نے بعض احادیث کی مخالفت کی ہے، جہاں تک اصول مشہورہ کی بات ہے کوئی مسلمان بغیر کسی دوسری اصل کی بنا پر اس کی مخالفت نہیں کر سکتا، چہ جائیکہ مشاہیر اہل فتوی میں کوئی اس کی مخالفت کرے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ کسی اصل کی مخالفت کسی تاویل کی بنا پر کرے جس میں اس سے خطا ہو گئی ہو، بایں طور کہ کسی اسم کو غیر موضوع پر یا اس کے بعض افراد پر محمول کر دے، یا مقصود کی رعایت کئے بغیر محض لفظ پیش نظر ہو، سب سے زیادہ قیاس وفقہ والے اہل کوفہ رہے ہیں، یہاں تک کہ کہا جاتا تھا: فقہ کوفی ہے اور عبادت بصری ہے، ان حضرات کا زیادہ تر علم ماخوذ تھا حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے، ان تینوں حضرات کے اصحاب کا علم وفقہ میں جو مقام ومرتبہ تھا وہ کسی سے مخفی نہیں ہے، پھر ان میں اپنے زمانے کے سب سے بڑے فقیہ ابراہیم نخعیؒ تھے، یہ ان میں ایسے ہی تھے جیسے سعید ابن المسیب اہل مدینہ میں، فرماتے تھے: میں ایک حدیث سنتا ہوں اور اس سے سو (100) مسائل کا استنباط کرتا ہوں، اور یہ عبد اللہ ابن مسعود اور ان کے اصحاب کے اقوال سے باہر نہیں ہوتا تھا، امام شعبی ان سے زیادہ آثار کا علم رکھنے والے تھے، اور اہل مدینہ ان سے زیادہ سنت کا علم رکھنے والے تھے، قدیم کوفیین کے متعدد ایسے اقوال پائے جاتے ہیں جس میں کچھ ایسی روایات کی مخالفت ہے جو ان کو نہیں پہونچی، اس کے باوجود نہ وہ مطعون ہوئے اور نہ مذموم قرار پائے، بلکہ اسلام میں ان کا وہ مقام ومرتبہ تھا جو سلف کی سیرت سے واقفیت رکھنے والے پر مخفی نہیں، کیوں کہ اس طرح کا معاملہ بعض اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی ہوا ہے، اس لئے کہ تمام سنن کا احاطہ کسی ایک فرد یا چند افراد کے لئے متعذر کی طرح ہے، اور جو ایسی روایت کی مخالفت کرے جو اس کو نہ پہونچی ہو تو وہ شخص معذور کہے جانے کا مستحق ہے۔

علامہ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں:

قال أبو عمر: ولم نجد أحداً من علماء الأمة أثبتَ حدیثاً عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم رَدَّہ إلاّ بحُجَّة، کادِّعاءِ نسخ بأثرٍ مِثلِه، أو بإجماع، أو بعملٍ یجبُ علی أصلِه الانقیادُ إلیه، أو طعنٍ في سند. ولو رَدَّہُ أحدٌ من غیر حجة

لسقطَتْ عدالتُه فضلاً عن إمامتِه، ولَزِمَهُ اسمُ الفِسْق، ولقد عافاهم الله من ذلك۔ ولقد جاء عن الصحابة رضي الله عنهم من اجتهاد الرأي والقولِ بالقياس على الأصول، ما يطولُ ذكرُه، وكذلك التابعون. وعدَّدَ ابنُ عبد البر منهم خلقاً كثيرين. (الخيرات الحسان 134)

ہم نے نہیں پایا کہ علماء امت میں سے کسی کو جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث کو ثابت مانا ہو پھر اسے رد کیا ہو بغیر کسی دلیل کے، مثلاً کسی اثر یا اجماع کی بنا پر دعوی نسخ، یا کسی ایسے تعامل کی وجہ سے جو ان کے اصول کے مطابق واجب التعمیل ہو، یا سند میں کسی طعن کی وجہ سے، اگر کوئی شخص بغیر دلیل کے کوئی روایت رد کردے تو اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی چہ جائیکہ اس کی امامت، اور وہ فاسق کہلانے کا مستحق ہو گا، اور تحقیق کہ اللہ نے انہیں اس سے محفوظ رکھا ہے ۔صحابہ سے اجتہاد اور اصول پر قیاس کے اتنے مسائل منقول ہیں جن کا ذکر باعث طوالت ہو گا، تابعین کرام کا بھی یہی حال ہے۔

امام ابو حنیفہ کے علاوہ دیگر محدثین کے ساتھ بھی ایسا ہوا ہے کہ انہوں نے کوئی بات اپنے اصول و منہج کے اعتبار سے کہی ہے جو بظاہر کسی دوسری روایت سے متصادم یا مخالف ہے، مگر ان کی نظر میں اس کی کوئی تاویل وہ توجیہ ہوتی ہے، مثلاً لیث ابن سعد فرماتے ہیں میں نے امام مالک کے ستر (70) مسئلہ شمار کئے جس میں انہوں نے رائے کا استعمال کیا اور حدیث رسول کی مخالفت تھی اس کے باوجود امام مالکؒ کو مخالف حدیث اور مطعون نہیں قرار دیا گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض محدثین نے اہل رائے پر کلام کرنے میں تعصب و تعنت سے کام لیا ہے۔

شیخ احمد شاکرؒ "مسند احمد" کی تعلیق میں رقم طراز ہیں:

أبو يوسف القاضي: ثقة صدوق، تكلموا فيه بغير حق، ترجمه البخاري في "الكبير" 2:397/4، وقال: تركوه! وقال في "الضعفاء" ص 38: تركه يحيى وابن مهدي وغيرُهما وترجمه الذهبي في "الميزان" 4:447، والحافظ في "لسان الميزان" 6:300، والخطيبُ في "تاريخ بغداد" ترجمة حافلة 242:14-262، وأعدلُ ما قيل فيه قول أحمد بن كامل عند الخطيب: ولم يَختلف يحيى بن معين وأحمد بن حنبل وعلي بن المديني في ثقته في النقل" انتهى. "مسند الإمام أحمد" (13:11)

محمد بن عبد اللہ بن المثنى الأنصاري ان کے بارے میں ہدی الساری مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

"من قُدَماءِ شيوخ البخاري، ثقة، وثَّقه ابن معين وغيرُه، قال أحمد: ما يُضعفه عند أهل الحديث إلا النظرُ في الرأي، وأما السماع فقد سَمِع" انتهى. قلت: انظر ترجمته في "تذكرة الحفاظ" للذهبي، (1:371) و"تهذيب التهذيب" (9:274-276)

وقال الحافظ ابن حجر أيضاً في "هَدْي الساري" (2:170)، في ترجمة (الوليد بن كثير المخزومي): ".وثقه إبراهيم بن سعد وابنُ معين وأبو داود، وقال الساجي: قد كان ثقةً ثبتاً، يُحتَجُّ بحديثه، لم يُضعفه أحد، إنما عابوا عليه الرأي."

وقال الحافظ الذهبي في "المغني" (2:670): "مُعَلَّى بن منصور الرازي، إمامٌ مشهور، موثق، قال أبو داود: كان أحمد لا يروي عنه للرأي، وقال أبو حاتم: قيل لأحمد: كيف لم تكتب عنه؟ قال: كان يكتب الشروط، من كتبها لم يَخْلُ أن يكذب." قلتُ: انظر ترجمته في "تذكرة الحفاظ" (1:377)، و"تهذيب التهذيب" (10:238 –240)، وفي آخر ترجمته فيه: "قال أحمد بن حنبل: مُعلَّى بن منصور من كبار أصحاب أبي يوسف ومحمد، ومن ثقاتهم في النقل والرواية". أنتهى. فيكون أحمد ترک الكتابة عنه من أجل الرأي فقط۔

مذکورہ بالا مثالوں سے یہ بات واضح ہے کہ ان رواۃ پر محدثین کی جرحیں محض ان کے اہل رائے میں ہونے کی وجہ سے تھیں، اور یہ چیز جیسا کہ ابن تیمیہ کے کلام میں گذرا باعث طعن نہیں، اس سے یہ بات آشکارا ہو جاتی ہے کہ اس قسم کی جرحیں تعصب و تعنت کی بنا پر ہے اور یہ چنداں مضر نہیں۔

علامہ جمال الدین قاسمیؒ اپنی کتاب "الجرح والتعدیل" میں لکھتے ہیں:

قال العلاّمة الشيخ جمال الدين القاسمي رحمه الله تعالى، في كتابه: "الجرح والتعديل" (ص 24): وقد تجافى أرباب الصحاح الرواية عن أهل الرأي، فلا تكاد تجد اسماً لهم في سند من كتب الصحاح أو المسانيد أو السنن، كالإمام أبي يوسف والإمام محمد بن الحسن، فقد لينهما أهل الحديث! كما ترى في "ميزان الاعتدال"! ولعمري لم ينصفوهما وهما البحران الزاخران، وآثارهما تشهد بسعة علمهما وتبحرهما، بل بتقدمهما على كثير من الحفاظ، وناهيک كتاب "الخراج" لأبي يوسف، و"موطأ" الإمام محمد۔

وإن كنتُ أَعُدُّ ذلک في البعض تعصباً، إذ يَرى المنصفُ عند هذا البعض من العلم والفقه ما يَجدرُ أن يُتحمّل عنه، ويستفاد من عقله وعلمه، ولكن العصبية!!

ولقد وُجد لبعض المحدثين تراجمُ لأئمة أهل الرأي، يخجل المرء من قراءتها فضلاً عن تدوينها وما السبب إلاّ تخالُفُ المشرب، على توهم التخالف ورفض النظر في المآخذ والمدارک، التي قد يكون معهم الحقُ في الذهاب إليها، فإن الحق يستحيل أن يكون وقفاً على فئة معيّنة دون غيرها، والمنصفُ من دقّق في المدارک غاية التدقيق ثم حكم.

نعم، كان وَلَعُ جامعي السنة بمن طوَّف البلاد، واشتَهر بالحفظ، والتخصص بعلم السنّة وجمعها، وعلماءُ الرأي لم يشتهروا بذلک، وقد أُشيع عنهم أنهم يُحكّمون الرأي في الأثر! وإن كان لهم مرويات مسندةٌ معروفة رضي الله عن الجميع، وحشرنا وإياهم مع الذين أنعم الله عليهم". انتهى.

اور محدثین کا یہ ضابطہ ہے کہ وہ جرحیں جو کسی تعصب کی بنا پر کی گئی ہوں وہ قابل قبول نہیں ہیں۔

علامہ تاج الدین سبکیؒ فرماتے ہیں:

من ثبتت امامته وعدالته، وكثر مادحوه ومزكوه وندر جارحه وكانت هناك قرينة دالة على سبب جرحه من تعصب مذهبي اَو غيره، فانا لانلتفت الى الجرح فيه ونعمل فيه بالعدالة والا فلو فتحنا هذا الباب، او اخذنا تقديم الجرح على اطلاقه لما سلم لنا احد من الائمة اذ مامن امام الا وقد طعن فيه طاعن وهلك فيه هالك، (قاعدة فی الجرح والتعديل)

جس شخص کی امامت اور عدالت ثابت ہو اوراس کی مدح کرنے والے اور تزکیہ کرنے والے زیادہ ہوں اور جرح کرنے والے نادر ہوں، اور ان کی جرح پر کوئی قرینہ مثلاً مذہبی تعصب وغیرہ موجود ہو تو ہم اس قسم کی جرح کی طرف التفات نہیں کریں گے، اوراس کے عادل ہونے پر عمل کریں گے، ورنہ اگر ہم یہ دروازہ کھول دیں تو کوئی امام سالم نہیں بچے گا، اسلئے کہ ہر امام پر طعن کرنے والوں نے طعن کیا ہے اور ہلاک ہونے والے ہلاک ہوئے ہیں۔

اعتراض:- مکررات کی ترقیم:

اس سلسلہ میں ایک اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ مکرر احادیث، مکرر روایات پر مستقل نمبرنگ کی گئی ہے۔

جواب:

تو اس سلسلہ میں یہ عرض ہے کہ ابتداء سند کے لحاظ سے کوئی حدیث مکرر نہیں ہے، جن کتابوں سے احادیث لی گئی ہیں نیچے حاشیہ میں ان کا تذکرہ کر دیا گیا ہے اور ہر مولف کا طریق دوسرے مولف کے طریق سے مختلف ہے اور ایسا حدیث کی سبھی کتابوں میں ہوتا رہا ہے یہاں تک کہ صحیحین میں بھی اس کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں کہ ابتداء سند میں رجال مختلف ہیں مگر آگے جا کر سند ایک ہی ہو جاتی ہے لیکن ترقیم ہر ایک کی الگ کیجاتی ہے مگر اس کو باعثِ اشکال نہیں سمجھا جاتا۔

در اصل تکثیرِ طرق کا محدثین کے یہاں بڑا اہتمام ہوتا تھا، ایک حدیث کو متعدد طرق سے حاصل کرنے کے لئے محدثین عظام نے دنیا جہاں کی خاک چھانی ہے اور بڑی آبلہ پائی کی ہے، حدیث کو متعدد طرق سے روایت کرنا اور ان تمام طرق سے حدیث کو ضبط کرنا محدثین کا طریقہ اور وطیرہ رہا ہے۔

حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال کے مقدمه (155/1) میں اور اسی طرح سیر اعلام النبلاء (511/9) میں ابراہیم بن سعید الجوہری کا قول نقل کیا ہے کہ

«كل حديث لا يكون عندي من مائة وجه، فأنا فيه يتيم».

(کہ ہر وہ حدیث جو سو(100)طریقوں سے میرے پاس نہ پہونچی ہو تو پھر میں اس حدیث میں یتیم ہوں)۔

یحی بن معین رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تک 30 طرق اور وجوہ سے ہم احادیث کو نہیں لکھ لیتے حدیث کا صحیح مفہوم ہم پر واضح نہیں ہو پاتا۔ ائمہ فن کے ان اقوال سے کثرت طرق کی اہمیت آشکارا ہوتی ہے۔

امامِ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کثرت مرویات سے متعلق مستقل ایک فصل:

موسوعہ کے مقدمہ میں امامِ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کثرت مرویات سے متعلق مستقل ایک فصل قائم ہے جس کا یہاں ذکر کرنا فائدے سے خالی نہیں

الفصل الرابع

في كثرة روايات الإمام أبي حنيفة في التحمل والسماع مع ذكر عدد أحاديثه

اعلم أن الحديث من حيث الأخذ والأداء ينقسم إلى قسمين: الأول: تحمل الروايات وسماعها، والثاني: أداءها، لأن طالب الحديث يأخذ الأحاديث عن مشائخه أولا، ثم يملي على أصحابه أو يكتب في تواليفه ثانيا، فالأول يسمى بالتحمل، والثاني يسمى بالأداء، ويتأيد هذا بما يوجد في تراجم بعض المحدثين الكبار عدد كبير من مروياتهم، لكن لا يوجد في تواليفهم هذا القدر من الأحاديث، كما يقول الحافظ ابن حجر في «تهذيبه» 463 في ترجمة الليث بن سعد، قال شعيب بن الليث: قيل لليث: إنا نسمع منك الحديث ليس في كتبك، فقال: أو كُلّ ما في صدري في كتبي؟ لو كتبت ما في صدري ما وسعه هذا المركب.

وقال الذهبي في «تذكرة الحفاظ» 544/1 في ترجمة الإمام أحمد بن الفرات الرازي أنه قال: كتبت ألف ألف حديث وخمس مائة ألف، فعملت من ذلك في تواليفي خمس مائة ألف حديث، أي صنف ثلث ما كتب ومع ذلك فأين الخمس مائة ألف حديث؟.!

وقال الزركشي في «النكت» 190/1-194: قال القاضي ابن المنتاب: إن مالكا روى مائة ألف حديث جمع منه في موطئه عشرة آلاف، ثم لم يزل يعرضها على الكتاب والسنة ويختبرها بالآثار والأخبار حتى وصلت إلى خمس مائة.

وقال ابن داسة: سمعت أبا داود يقول: كتبت عن النبي صلى الله عليه وسلم خمسمائة ألف حديث انتخبت منها هذه السنن فيه أربعة آلاف وثمانمائة حديث، والمراسيل نحو ستمائة حديث.

وذكر أبو حفص عمر بن عبد المجيد الميانشي في كتابه «إيضاح ما لا يسع المحدث جهله» الذي اشتمل عليه كتاب البخاري من الأحاديث سبعة آلاف وستمائة ونيف، اختارها من ألف ألف حديث وستمائة ألف حديث ونيف.

وقال ابن حجر في «هدي الساري» ص18: صنفت الجامع من ستمائة ألف حديث في ست عشر سنة، انتهى.

فهذه و أمثالها كثيرة تدل على الفرق بين تحمل الروايات و أداءها عند المحدثين.

هكذا إمامنا الأعظم أبو حنيفة رحمه الله كان كثير التحمل قليل الأداء فإنه روى عن مشائخه أحاديث كثيرة لكنه شغله استنباط المسائل عن مسئولية أداءها.

ويشهد على كثرة أحاديثه ما وقع في كتابه «الوصية لابنه حماد» يقول في آخر وصيته: التاسع عشر أن تعمل بخمسة أحاديث جمعتها من خمس مائة ألف حديث...، ولا يستغرب من هذا العدد الضخم بالنسبة إلى أحاديث الإمام أبي حنيفة رحمه الله، فقد نقل الخوارزمي في «جامع المسانيد» 35/1، والموفق المكي في مناقبه ص 395 قد قيل: بلغت مسائل أبي حنيفة بخمس مائة ألف مسألة، وكتبه وكتب أصحابه تدل على ذلك، انتهى.

قلت: فلو يكون لكل مسألة من مسائل الفقه نظير في الحديث فيبلغ عدد أحاديث الإمام أبي حنيفة هذا العدد المذكور في الوصية، وقد كان الإمام أبو حنيفة رحمه الله حريصا بالأخذ عن كل من ورد من المحدثين في الكوفة، مع أن في طبقة تلاميذ الإمام أبي حنيفة جم غفير من كبار أئمة الحديث، مثل عبد الله بن المبارك ووكيع بن الجراح ويحيى بن سعيد القطان وعبد الرزاق وحماد بن زيد وحماد بن سلمة، وغيرهم كثيرون ذكرهم الحارثي في «كشف الآثار الشريفة»، ومرويات تلاميذه لو كانت عند الإمام أبي حنيفة رحمه الله بالإجازة من قبيل رواية الأكابر عن الأصاغر ليزيد عدد مرويات الإمام أبي حنيفة رحمه الله على ذلك العدد المذكور في الوصية.

ويدل على كثرة أحاديثه أيضاً ما ذكره الإمام الحافظ أبو يحيى زكريا بن يحيى النيسابوري في كتاب «مناقب أبي حنيفة» له بإسناده إلى يحيى بن نصر بن حاجب: سمعت أبا حنيفة رحمه الله يقول: عندي صناديق من الحديث ما أخرجت منها إلا اليسير الذي ينتفع به.

وقد أخرج الحارثي في «مسنده» 1515: من طريق خالد بن نزار عن يحيى بن نصر بن حاجب قال: دخلت على أبي حنيفة في بيت مملوء كتبا، فقلت: ما هذه؟ قال: هذه أحاديث كلها، وما حدثت به إلا اليسير الذي ينتفع به، فقلت: حدثني ببعضها فأملى علي... انتهى.

وقد ذكر محمد بن شجاع في تصانيفه نيفا وسبعين ألف حديث عن النبي صلى الله عليه وسلم، مما فيها نظيرها من الصحابة، وانتخب أبو حنيفة رحمه الله الآثار من أربعين ألف حديث كما في «المناقب» ق 60/1ب للموفق المكي.

ويشهد على كثرة أحاديثه أيضا كثرة مسانيده التي صنفت من قبل عدد من أجلة العلماء الأحناف والشافعية والحنابلة، وهذا لم يحصل لغيره من الأئمة الأربعة.

وذكر الإمام عبد الحي اللكنوي في «عمدة الرعاية مقدمة شرح الوقاية» ص 35 ناقلا عن «شرح الزرقاني على الموطأ» حكاية خمسة أقوال في عدد أحاديث الإمام أبي حنيفة رحمه الله: أولها خمسمائة، ثانيها سبعمائة، ثالثها ألف ونيف، رابعها ألف وسبعمائة وعشرون، خامسها ستمائة وستة وستون، وليس فيه قول بما في هذه

النسخة، قاله نصر الهوريني انتهى، قلت: لم أجد هذا في شرح الموطأ إلا أن أحاديث الإمام أبي حنيفة رحمه الله أكثر من هذا كما سبق.

الفصل الخامس

في الرد على من اتهمه بقليل الحديث

قال عبد الرحمن بن خلدون المغربي في مقدمته ص 352: اعلم أن الأئمة المجتهدين تفاوتوا في الإكثار من هذه الصناعة والإقلال، فأبو حنيفة رضي الله عنه يقال: بلغت روايته إلى سبعة عشر حديثا أو نحوها، ومالك رحمه الله إنما صح عنده ما في كتاب الموطأ وغايتها ثلاث مائة حديث أو نحوها، وأحمد بن حنبل رحمه الله في مسنده خمسون ألف حديث، ولكل ما أداه إليه اجتهاده في ذلك، انتهى.

وأنا لا أطعن ابن خلدون في صنيعه هذا لأنه رجل أخباري لا علاقة له بالحديث وفنونه لأنه ذكر ثلاثة أئمة الفقه مع عدد أحاديثه وفي كل منها أخطأ الصواب وجانب الحق بالمبالغة في إقلال أحاديثهم وإكثارها.

أما الثاني فقد ذكر في عدد أحاديث مسند أحمد بن حنبل أن فيه خمسون ألفا، وقد وقع في مسنده أحاديث مكررة كثيرة فبلغ عدد الأحاديث التي في المسند أكثر من سبعة وعشرين ألفا، وهذا مع التكرار، فيها أحاديث مكررة كثيرة يمكن أنها قد تكون النصف أو الثلثين، لذا قيل إن الأحاديث التي ليست مكررة عشرة آلاف فإن هذا شيء كثير، انتهى.

وقد نشرت النسخة المحققة المخرجة بجهود جماعة من العلماء بإشراف الشيخ شعيب الأرناؤوط وعبد الله بن عبد المحسن التركي، وعدد أحاديثها حسب ترقيمهم (27647).

وأما الأول فبالإضافة إلى أحاديث الموطأ يدعي فيه أن غايتها ثلاث مائة حديث أو نحوها، وانظر ما يقول الزرقاني في شرح الموطأ في عدد أحاديث «الموطأ» 61/1: عن أبي بكر الأبهري قال: جملة ما في الموطأ من الآثار عن النبي صلى الله عليه وسلم وعن الصحابة والتابعين ألف وسبع مائة وعشرون حديثا، المسند منها ستمائة حديث والمرسل مئتان واثنان وعشرون حديثا، والموقوف ستمائة وثلاثة عشر، ومن قول التابعين مئتان وخمسة وثمانون.

وقال الغافقي: مسند الموطأ ستمائة حديث وستة وستون حديثا.

وذكر ابن الهياب أن مالكا روى مائة ألف حديث جمع منها في الموطأ عشرة آلاف، ثم لم يزل يعرضها على الكتاب والسنة ويختبرها بالآثار والأخبار حتى رجعت إلى خمسمائة.

وقال الكيا الهراسي: موطأ مالك كان تسعة آلاف حديث ثم لم يزل ينتقى حتى رجع إلى سبع مائة، انتهى.

وأما بالنسبة إلى أحاديث الإمام أبي حنيفة فمال الإمام اللكنوي في «تذكرة الراشد» ص 217: أن هذه زلة قلمية من نفسه أو نساخ كتابه أو مهتممي طبعه أو من دسائس المفتون فإنه لو كان عنده أنه لم تبلغه إلا سبعة عشر من

روايات صاحب الشرع المتين لما عده من كبار المجتهدين ولما شهد بمهارته وعلوه في الحديث ولما ذكر العذر في قلة رواياته الحديث، انتهى.

ولو ثبتت هذه الزيادة فقيل: لعل الذي أوقعه في هذا هو أن محمد بن الحسن روى الموطأ عن مالک، وزاد فيه ثلاثة عشر حديثا من روايته عن أبي حنيفة، وأربعة أحاديث من روايته عن أبي يوسف، فظن البعض أن زيادات محمد بن الحسن على الموطأ هي مرويات عن أبي حنيفة كما في «الضوء اللامع» عن مناهج المحدثين ص 251.

ويذكر أيضا من أسباب الوهم فيه أن الصالحي ذكر في «عقود الجمان» وابن طولون سبعة عشر مسندا من مسانيده، فوهم البعض بسبب هذا وظنه حديثا مكان مسند، والحاصل أن ابن خلدون لم يعتمد في ذكر هذه النقول في عدد أحاديث الأئمة (لم تثبت أنها من المصنف) على مصادر موثوقة بل أخذ هذا من أفواه عامة المغالين الجاهلين من الحشوية المتعصبة، حيث بالغوا في عدد أحاديث إمامهم، ونقصوا في عدد أحاديث غير إمامهم.

تنبيه:

قد نقل هذا القول السيد صديق حسن القنوجي في الحطة دون استدراک عليه فنقل أتباعه إلى عامة الناس وأشاعوها فرد عليه الإمام عبدالحي اللكنوي في «مقدمة عمدة الرعاية على شرح الوقاية» ص 34 و«تذكرة الراشد» 216- 219 وأنا أنقلهما لنفاستهما في الباب، يقول رحمه الله في«عمدة الرعاية»: قال المؤرخ ابن خلدون في تاريخه: قد تقول بعض المتعصبين إلى أن منهم من كان قليل البضاعة في الحديث، ولا سبيل إلى هذا المعتقد في كبار الأئمة، لأن الشريعة إنما تؤخذ من الكتاب والسنة، ومن كان قليل الحديث فيتعين عليه طلبه وروايته والجد والتشمير في ذلک ليأخذ الدين عن أصول صحيحة ويتلقى الأحكام عن صاحبها المبلغ لها وإنما قلل منهم من قلل الرواية لأجل المطاعن التي تعتريه فيها والعلل التي تعرض في طرقها، والجرح مقدم عند الأكثر فيؤديه الاجتهاد إلى ترک الأخذ بما يعرض مثل ذلک فيه من الأحاديث وطرق الأسانيد، مع أن أهل الحجاز أكثر رواية للأحاديث من أهل العراق، لأن المدينة دار الهجرة ومأوى الصحابة، ومن انتقل منهم إلى العراق كان شغلهم بالجهاد أكثر، والإمام أبو حنيفة إنما قلت روايته لما شدد في شروط الرواية والتحمل وضعف رواية الحديث اليقيني إذا عارضها الفعل النفسي، وقلّت من أجل ذلک روايته فقل حديثه، لا أنه ترک رواية الحديث عمدا، فحاشاه من ذلک، ويدل على أنه من كبار المجتهدين في الحديث اعتماد مذهبه فيما بينهم، والتعويل عليه واعتباره ردا وقبولا، وأما غيره من المحدثين، وهم جمهور، فتوسعوا في الشروط فكثر حديثهم، والكل عن اجتهاد وقد توسع أصحابه من بعده في الشروط وكثرت روايتهم، وروى الطحاوي فأكثر وكتب مسندا انتهى.

وهذا القول قد اغتر به كثير من عوام الزمان، وفتحوا لسان الطعن على الإمام العظيم الشان، وقالوا: لم يكن له بالحديث عرفان، ولم يرو إلا سبعة عشر حديثا، كما صرح به ابن خلدون المؤرخ الكبير الشان، ولا عجب منهم، فلم يزل من شان الجهلاء الطعن على العلماء، وهذا أمر ناله العلماء بوراثتهم عن الأنبياء، فكما طعن معاصروا الأنبياء ومن بعدهم ممن لم يعرف قدرهم، ولم يدرک رتبتهم الرسل والأنبياء، كذلک يطعن جهلاء كل عصر على من

يعاصرهم ومن سلفهم من العلماء المتدينين والأئمة المجتهدين، إنما العجب من العلماء حيث ينقلون هذا القول المردود القبيح ويقرونه، ويسكتون عليه ولا يتعرضون بالتغليظ والتقبيح.

وقد نقله بعض أفاضل عصرنا في كتابه «الحطة بذكر الصحاح الستة» وسكت عليه، ومنه أخذ بعض أتباعه ومقلديه هذه الكلمة، وأشاعها، وظن صدقها، وروجها، مع أنه يحرم على العالم لاسيما من كان نظره وسيعا وعلمه رفيعا أن ينقل هذه الكلمة إلا للرد عليها وتغليطها، ونحن نقول:

أولا: إن هذا القول إن لم يكن غلطا وزلة من ابن خلدون، أو من كتاب تاريخه أو من مهتممي طبعه، فهو قول مخالف للثقات الذاكرين تعداد الروايات للإمام الأعظم ذي الكرامات، فيكون شاذا مردودا.

وثانيا: إن ابن خلدون وإن كان ماهرا في العلوم التاريخية إلا أنه لم يكن ماهرا بالعلوم الشرعية، كما نص عليه شمس الدين السخاوي في ترجمته في «الضوء اللامع» في أعيان القرن التاسع، فكيف يكون قوله مقبولا في هذا المرام، فإنه لا مهارة له في العلوم الشرعية، لا يقف على مراتب الأئمة الأعلام فيما يتعلق بالأمور النقلية، فلا يقبل قوله، لاسيما إذا كان مخالفا لغيره.

وثالثا: أنه ذكر ابن خلدون بلفظ «يقال» الدال على ضعفه، وعدم حصول إذعانه به، ولم يجزم به، فكيف يحتج به؟!.

ورابعا: إن الأمور التاريخية والحكايات المنقولة في الكتب التاريخية لابد أن توزن بميزان العقول، فما خالف البراهين القطعية العقلية أو النقلية ترد عند أرباب العقول، يدل على ذلك قول ابن خلدون في مفتح تاريخه: الأخبار إذا اعتمد فيها على مجرد النقل، ولم تحكم أصول العادة وقواعد السياسة وطبيعة العمران والأحوال في الاجتماع الإنساني، ولا قيس الغائب منها بالشاهد، والحاضر بالذاهب، فربما لم يؤمن فيها من العثور ومزلة القدم، والحيد عن جادة الصدق، وكثيرا ما وقع للمؤرخين والمفسرين وأئمة النقل المغالط في الحكايات والوقائع، لاعتمادهم فيها على مجرد النقل غثا أو سمينا، لم يعرضوها على أصولها، ولا قاسوها بأشباهها، ولا سبروها بمعيار الحكمة والوقوف على طبائع الكائنات، وتحكيم النظر والبصيرة في الأخبار, فضلوا عن الحق وتاهوا في بيداء الوهم والغلط، سيما في إحصاء الأعداد من الأموال والعساكر إذا عرضت في الحكايات، إذ هي مظنة الكذب ومطية الحذر ولابد من عرضها على الأصول، وعرضها على القواعد, انتهى كلامه.

إذا عرفت هذا فاعرف أن هذه الكلمة أن روايات أبي حنيفة بلغت إلى سبعة عشرة, مخالفة للدلائل القطعية المؤيدة بالأمور النقلية اليقينية وللمشاهد البينة، وذلك لأن من نظر تصانيف تلامذة الإمام الذين أسندوا الروايات فيها إلى أستاذهم، وأسندوها إلى الرسول صلى الله عليه وسلم بإسنادهم، كموطأ الإمام محمد، وكتاب الحجج له، وكتاب الآثار له، والسير الكبير له، وكتاب الخراج للإمام أبي يوسف، وغير ذلك وجد فيها روايات الإمام أزيد من مائة بل مائتين فما معنى كون رواياته سبعة عشر فقط؟!.

وأيضاً من نظر مصنف ابن أبي شيبة، ومصنف عبد الرزاق، وتصانيف الدارقطني، وتصانيف الحاكم، وتصانيف البيهقي، أو تصانيف الطحاوي، كشرح معاني الآثار، ومشكل الآثار، وغير ذلك، وجد فيها روايات كثيرة لأبي حنيفة، مروية من طرق مرضية، فكيف يسلم كونها سبعة عشر فقط؟!.

وأيضاً كل أحد يعلم أن زمان الإمام كان آخر زمان الصحابة، وأول زمان التابعين، وكان ذلك العصر عصر شيوع العلم وإشاعة الأخبار النبوية، وكان أصاغر ذلك الزمان أيضاً تبلغهم الأحاديث الكثيرة، فمع ذلك كيف يجوز للعقل أن لا تبلغ أبا حنيفة إلا سبعة عشر؟!.

وأيضاً قد اتفقت كلمات الفقهاء والمحدثين والمؤرخين، بل جميع العلماء المعتبرين، على أن أبا حنيفة كان مجتهدا، وإجماعهم دال على أنه بلغته أحاديث كثيرة، فمن الظاهر أن من لم تبلغه من الأخبار النبوية إلا سبعة عشر كيف يجتهد وكيف يستنبط؟!.

فإن قلت: نحن نلتزم أنه لم يكن مجتهدا، قلت: فحينئذ يكون قول المحدثين والمؤرخين وسائر العلماء المعتبرين: إنه من المجتهدين وذكرهم له في اثناء ذكرهم وذكر قوله ومذهبه عند ذكر أقوالهم ومذاهبهم وإشاعة قوله فيما بينهم رداً وقبولاً وكاذباً وباطلاً، ومن التزم ذلك فهو أجهل الجاهلين باليقين.

وأيضاً قد اجتمعت كلماتهم على أن أبا حنيفة كان من الفقهاء، حتى قال محمد بن إدريس الإمام الشافعي: إن الناس في الفقه عيال على أبي حنيفة، ولم يذكره أحد من المؤرخين والمحدثين إلا وصفه بفقيه أهل العراق، ومن المعلوم أن هذه الصفة لا توجد بدون قوة الاجتهاد، فإنه يشترط في حصول الفقه ملكة الاستنباط والاجتهاد، كما هو مصرح في كتب أصول الفقه، ولذلك صرحوا أن المقلد الذي ليست له ملكة الاستنباط ليس بفقيه، بل هو حاك وناقل، فلو لم يكن تبلغه إلا سبعة عشر حديثاً كيف يصح حكمهم ذلك؟ وكيف يصح حكم الشافعي فيما هنالك؟!.

وأيضا المسائل الفرعية في العبادات والمعاملات التي نقلت عن الإمام في كتب تلامذته، كالكتب الستة للإمام محمد، والجامع الصغير، والجامع الكبير، والسير الكبير، والسير الصغير، والمبسوط، والزيادات، وكتاب الآثار له، وكتاب الحجج له، وكتاب الخراج لأبي يوسف، والأمالي له، والمجرد لابن زياد، ونحو ذلك أكثر من أن تحصى، وكلها ليست منصوصة في القرآن ولا ثبتت بإجماع، وأكثرها مما لا تدرك بمجرد القياس والرأي، فإن كان لم تبلغه أحاديث فكيف أفتى بها؟ ومن أين استخرجها وحكم بها؟ ومن لا تبلغه من الأحاديث إلا سبعة عشر كيف يفتي بهذه الأحكام المتكثرة؟!.

فإن قلت: يمكن أن يكون مسموعاته سبعة عشر فقط، واطلع على أحاديث كثيرة من غير رواياته فاستخرج منها الأحكام، قلت: لم تكن كتب الحديث في زمانه مدونة ولم يكن للاطلاع على الأحاديث فيه سبيل إلّا لسماع عن أفواه حملة الشريعة.

وأيضاً مشائخه في العلم على ما ذكره ابن حجر وغيره أربعة آلاف، وعد منهم في تهذيب الكمال وغيره من كتب نقاد الرجال نحو سبعين شيخا، فإن كان سمع من كل واحداً من شيوخه حديثا واحداً فقد تبلغ مروياته سبعين أو أربعة آلاف فما معنى كونها سبعة عشر؟!.

وأيضاً من لا تبلغه من الأحاديث إلا سبعة عشر لا يعد من المحدثين، فضلا عن أن يدرج في عداد الحفاظ المتقنين، مع أنهم عدوه في الحفاظ، كما لا يخفى على من طالع «تذكرة الحفاظ»، فإن قلت: إدراجه في الحفاظ لا يثبت منه أنه حافظ في نفس الأمر أيضا، قلت: فحينئذ يرتفع الأمان عن أقوال نقاد الرجال، كالذهبي وابن حجر والمزي وغيرهم من أرباب الكمال، لاحتمال مثل ذلك في كل من عدوه من حفاظ الحديث، وكشفوا عن أحوالهم بالكشف الحثيث.

وأيضاً كلام ابن خلدون بعد ذكر عبارة وقعت فيه هذه الكلمة، وهو ما نقلناه سابقا في بحث قلة الرواية شاهد على أنها ليست منه، أو هي وقعت زلة منه، فإنه قد شهد فيه بأن أبا حنيفة من كبار المجتهدين في الحديث، فلو كان عنده أنه لم تبلغه من الأحاديث إلا سبعة عشر لم تصح منه هذه الشهادة.

وبالجملة فتلك الكلمة يعني بلغت رواياته إلى سبعة عشر قد كذبتها عبارة ابن خلدون نفسه، وكذبتها عبارات غيره، وشهدت ببطلانها دلالة إجماع المحدثين والمؤرخين، ونادت بكونها غلطاً مطالعة كتب أبي حنيفة رحمه الله وتلامذته المتقنين، وحكمت بعدم قبولها معاينة كلام غيرهم من المجتهدين، ومع هذا كله فلا يؤمن بها إلا المعتدي المهين لا العاقل الفطين، وما مثلها إلا كما لو قيل في حق البخاري رئيس المحدثين: إنه بلغته من الأحاديث ثلاثة أو عشرون فقط، وأنه لم يكن من الفقهاء، ولا كان من المجتهدين قط، ولا ريب في أن مثل هذه الكلمات التي تشهد ببطلانها شهادة الوجود، ودلالة الإجماع، ويحكم بكونها غلطا العقل والنقل بلا دفاع لا يقبل عند أحد بلا نزاع، فاحفظ هذا كله، فإنه ينفعك في دنياك وآخرتك.

وقال رحمه الله في «تذكرة الراشد» ص216-219 ملخصا من عباراته المكتوبة في عمدة الرعاية: اعلم أن الأمور التاريخية المندرجة في الكتب التاريخية لابد أن توزن بميزان العقول، ولا يسرع في الرد والقبول، فلا يؤمن بكل ما في دفاتر المؤرخين، وزبر الناقلين من غير تأمل وتفكر، وتذكر وتبصر، إلا الجهول الغفول المشبه بمن ليس من ذوي العقول، ومن ليس له تعلق بالمعقول والمنقول، ومن ليس له إدراك الحاصل والمحصول.

وقد نبه على ذلك ابن خلدون صاحب تلك الهفوة بنفسه في مواضع من المقدمة، إذا انتقش هذا على صحيفة خاطرك، فاعرف أن لنا أدلة قطعية عقلية ونقلية على أن تلك الجملة وهي أن أبا حنيفة بلغت رواياته إلى سبعة عشر من الجمل الرديئة، والكلم الشقية، فهي كشجرة خبيثة اجتثت من فوق الأرض ما لها من قرار، أو كبنيان أسس على شفا جرف هار، وأنه لا شك في كونها زلة فاحشة وذلة فاضحة لا يصدق بها أرباب الأفهام العالية، ولا يتردد في بطلانها إلا أصحاب الأوهام الواهية:

وهل يستوي ود المقلد والذي له حجة في حبه ودلائل

الدليل الأول:

قول ابن خلدون نفسه في موضع آخر من مقدمته: قد تقول بعض المتعصبين أن منهم من كان قليل البضاعة في الحديث، ولا سبيل إلى هذا المعتقد في كبار الأئمة، لأن الشريعة إنما تؤخذ من الكتاب والسنة، ومن كان قليل الحديث فيتعين عليه طلبه وروايته، والجد والتشمير في ذلك ليأخذ عن أصول صحيحة، ويتلقى الأحكام عن صاحبها المبلغ لها، وإنما قلل منهم من قلل الرواية لأجل المطاعن التي تعتريه، والعلل التي تعرض في طرقها، انتهى.

وقوله: الإمام أبو حنيفة إنما قلت روايته لما شدد في شروط الرواية والتحمل، وضعف رواية الحديث اليقيني إذا عارضها الفعل النفسي، وقلت من أجل ذلك روايته، فقل حديثه لا أنه ترك رواية الحديث عمداً، انتهى.

وقوله: يدل على أنه يعني أبا حنيفة من كبار المجتهدين في الحديث اعتماد مذهبه فيما بينهم والتعويل عليه واعتباره رداً وقبولاً، وأما غيره من المحدثين وهم الجمهور فتوسعوا في الشروط، فكثر حديثهم، والكل عن اجتهاد، وقد توسع أصحابه من بعده في الشروط، فكثرت رواياتهم، وروى الطحاوي فأكثر وكتب مسنداً، انتهى.

فانظر هذه الكلمات لابن خلدون بالنظر المقرون بحسن الظنون، يظهر لك أن تلك الكلمة الواقعة في مقدمة ابن خلدون زلة قلمية من نفسه، أو نساخ كتابه، أو مهتممي طبعه، أو من دسائس المفتون، فإنه لو كان عنده أنه لم تبلغه إلا سبعة عشر من روايات صاحب الشرع المتين لما عده من كبار المجتهدين، ولما شهد بمهارته وعلوه في الحديث، ولما ذكر العذر في قلة رواياته الحديث.

الثاني: أن من طالع تصانيف تلامذة الإمام أبي حنيفة التي أسندوا الروايات فيها، وخرجوها بأسانيدها، ورووا فيها عن أبي حنيفة، كموطأ الإمام محمد وكتاب الحجج له، وكتاب الآثار له والسير له، وكتاب الخراج للقاضي أبي يوسف والأمالي له، وغير ذلك مما لا يعد، وجد فيها الروايات عن الإمام عن أساتذته بسندهم إلى النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه أزيد من مائة، بل مائتين، لا بل تزيد على ألف وألفين، فمع ذلك يقول بأن رواياته بلغت سبعة عشر، ليس إلا كالقول بأن روايات البخاري لم تصل إلى ستة عشر.

الثالث: أن من طالع تآليف ابن أبي شيبة، والدارقطني، والحاكم، والبيهقي، وعبد الرزاق، والطحاوي، كشرح معاني الآثار له، ومشكل الآثار له، وغير ذلك من كتب النقاد، وجد فيها من روايات أبي حنيفة ما لا يعد بالأعداد، فمع ذلك التكلم بتلك الكلمة الكليلة ليس إلا كالتكلم بأن مسلماً النيسابوري لم تبلغه إلا جملة قليلة.

الرابع: أن عهد الإمام أبي حنيفة كان آخر زمان الصحابة وأول زمان التابعين، بل هو معدود في التابعين عند العلماء الناقدين، كما حققته في رسالتي «إقامة الحجة على أن الإكثار في العبادة ليس ببدعة»، وفي مقدمة «عمدة الرعاية»، وفي «إبراز الغي الواقع في شفاء العي»، وبسط فيه الكلام مع تنقيح المرام بعض أفاضل عصري في رسالته «نصرة المجتهدين برد هفوات غير المقلدين» جزاه الله عن سائر المسلمين، ومن المعلوم أن ذلك الزمان كان فيه جم غفير، وجمع كثير من علماء الشأن، وكان فيه العلم شاباً، ويشتغل برواية الأحاديث كل من فيه، شيخاً كان أو

شابا، حتى إن أطفال ذلك العصر كانوا أعلم وأوعى من فضلاء العصر، فمع ذلك القول بأنه لم تبلغه إلا سبعة عشر، لا يؤمن به إلا من عجن طينه بالشر.

الخامس: أن المسائل الفرعية في المعاملات والعبادات الشرعية التي نقلت عن أبي حنيفة، تزيد على آلاف بلا شبهة، كما لا يخفى على من تيسر له نظر كتب تلامذته، كالصحاح الستة، وهي: الجامع الصغير، والجامع الكبير، والسير الصغير، والسير الكبير، والزيادات، والمبسوط وهي المسماة بـ-ظاهر الرواية، وكتاب الحجج، وكتاب الآثار، والموطأ كلها لمحمد الشيباني، وكتصانيف أبي يوسف، وحسن بن زياد اللؤلؤي وغيرهم، ومن المعلوم أن كلها ليست بمنصوصة في القرآن، ولا تثبت بإجماع أرباب الشأن، وأكثرها مما لا مدخل فيه لاجتهاد المجتهدين، فلابد أن تبلغه الأحاديث الكثيرة والآثار الغفيرة ليصح منه نظم مسائل الدين، فلو لم تكن تبلغه من الأحاديث إلا جملة قليلة لما صح إفتاءه بهذه الفتاوى الجليلة.

السادس: أن المجتهدين والمحدثين، وسائر العلماء المعتمدين اتفقت كلماتهم على أن أبا حنيفة كان من المجتهدين، وأطبقت عباراتهم على أنه معدود في المنتقدين، ولذلك ترى العلماء يذكرون قوله في معرض أقوالهم، ويدرجون حاله في أثناء أحوالهم، ويهتمون بآثاره رفعاً وقدحاً، ويعتنون بشأنه دفعاً وجرحاً، فمع ذلك القول بأنه لم تبلغه إلا سبعة عشر لا يتفوه به إلا من بدماغه الضرر، فإن من لا يبلغه إلا هذا المقدار، لا يكون له اعتبار، ولا يعد من زمرة أرباب الاجتهاد، ولا يلتفت إلى قوله عند ذكر أقوال أرباب الاعتماد.

السابع: أنهم قد وقع منهم على أنه من الفقهاء الاتفاق، ووصفوه بأجمعهم بفقيه أهل العراق، وعدوه من سادات أهل زمانه في الفقه الشرعي، وأثبتوا له التبحر في الاستنباط المرعي، ومن المعلوم أن رجلا لا يكون فقيهاً ما لم يكن مجتهداً، ولا يكون مجتهداً من لم تبلغه إلا سبعة عشر، فإذا التفوه به ليس إلا من خرافات البشر.

الثامن: أنه قد ذكره أبو عبد الله الذهبي، وهو من أهل النقد التام باتفاق الأعلام في كتاب «تذكرة الحفاظ» وعده من الحفاظ، وهكذا فعله غيره ممن رزق التبحر الشرعي، ولا يكون حافظ الحديث قط من لم تبلغه إلا سبعة عشر فقط.

التاسع: أنه ذكر جمع من المعتبرين أن شيوخ أبي حنيفة في الحديث تبلغ إلى أربعة آلاف، وعد منهم المزي في «تهذيب الكمال» وغيره نحو سبعين شيخا بلا خلاف، فلو فرض أنه لم يرو عن كل شيخ منهم إلا الحديث الواحد لبلغ العدد إلى سبعين أو أربعة آلاف، وإن زاد فمع عدد زائد، فما معنى قوله: لم تبلغه إلا سبعة عشر، بل ليس التفوه به إلا موجباً للتلف بأيدي تسعة عشر.

العاشر: أنه لو لم تبلغه إلا سبعة عشر، لكان مهجوراً عند الأصغر والأكبر، ولما حصلت له الشهرة كشهرة الأئمة.

فخذ هذه العشرة الكاملة الوافية الكافلة، وآمن بأن تلك الكلمة الخبيثة، قد كذبتها عبارات ابن خلدون بنفسه في المقامات العديدة، وأنكرتها شهادة الوجود، وأبطلتها دلالة العقل الغير الحسود، ونادت بكذبها دلالة

الإجماع من النقاد، وأخبرت ببطلانها عبارات من به الاستناد، فمع هذا كله لا يشك في بطلانها إلا العنود الحسود، ولا يتأمل في كذبها إلا الكنود، حامل رايات الجهل والرقود، ويأبى الله والمؤمنون إلا أبا حنيفة، والله متم نوره ولم كرهت الفئة الكثيفة.

ولعلك تتفطن من ههنا أن تلك الكلمة البشعة في شأن مثل هذا الإمام سيد الكملة لا يحل نقلها إلا للرد عليها، ولا يجوز السكوت عليها المنجر إلى فساد اعتقاد الأنام وسوء الظن بمثل هذا الإمام، فمن انتحلها ساكتا، وذكرها خافتا، فعليه إثمه مع إثم الأريسيين ممن يقلده ويشهرها، ويؤذي روح الإمام ومقلديه الأحياء، ويفسد في العالمين،

رد مشائخ الحديث على من ينكر سماع أحاديث الإمام أبي حنيفة رحمه الله

أسند الحارثي في «كشف الآثار» 3451: عن عبدالله بن عبيدالله، قال: سمعت أبا إسحاق إبراهيم بن أبي بكر المرابطي البخاري، يقول: كنا عند المكي بن إبراهيم، فأراد أن يحدث لبعض من كان عنده، فقال: حدثنا أبو حنيفة، فقال رجل: لا نريد حديث أبي حنيفة، قال: فغضب المكي غضبا شديدا حتى رئي ذلك في وجهه، فقال للرجل: من أين أنت؟ فقال: من أهل كرمانية، قال: وأين تكون كرمانية؟ قال: هي من قرى بخارى أو بالقرب من بخارى، ذكر شيئاً من هذا المعنى، فقال: إنا كتبنا هذا في معدن العلم، ويقول هذا: لا نريد حديث أبي حنيفة، فأبى أن يحدثهم، فقال الرجل: تبت وأخطأت، فأبى أن يحدثهم، ذكر نحو هذا.

وأسند الحارثي في «كشف الآثار» 3452: عن إسماعيل بن بشر، قال: كنا في مجلس المكي فقال: حدثنا أبو حنيفة، فصاح رجل غريب، حدثنا عن ابن جريج، ولا تحدثنا عن أبي حنيفة، فقال المكي: إنا لا نحدث السفهاء، حرمت عليك أن تكتب عني، قم من مجلسي، فلم يحدث حتى أقيم الرجل من مجلسه، ثم قال: حدثنا أبو حنيفة ومر به.

وأسند الحارثي في «كشف الآثار» 2748: عن عبدالصمد بن الفضل، قال: حدثنا علي بن مهران، قال: كان ابن المبارك جالسا يحدث الناس فقال: حدثني النعمان بن ثابت فاحتبس بعض الناس عن الكتابة، وقال: من يعني أبو عبد الرحمن؟ قال: أعني أبا حنيفة مخ العلم، قال: فأمسك بعضهم عن الكتابة، فقال ابن المبارك: أيها الناس ما أسوء آدابكم وما أجهلكم بالأئمة وما أقل معرفتكم بالعلم وأهله، ليس أحد أحق أن يقتدى به من أبي حنيفة، لأنه كان إماما تقيا نقيا ورعا عالما، قد كشف العلم كشفا لم يكشفه أحد منهم بفهم وبصر وتقى، فمن ابتغى العلم في غير طريق أبي حنيفة ضل، ثم حلف بأن لا يحدثهم شهراً.

وأسند الحارثي في «كشف الآثار» 1039: عن عبد الله بن عبيدالله، قال: كنا في مجلس محمود بن خداش، فأراد أن يملي هذا الحديث فقال: حدثنا علي بن يزيد الصدائي، قال: حدثنا أبو حنيفة، فصاح بعض الخراسانية ظننتهم من أهل الشاش أو النساء، فقالوا: رحمك الله لا نريد حديث أبي حنيفة فقررنا من خراسان، وكان

إذا سكتوا ابتدأ فيه حدثنا علي بن يزيد قال: حدثنا أبو حنيفة، فجعلوا يصيحون، لانريد حديث أبي حنيفة، وكان أصحاب الحديث من أهل بغداد وغيرهم يكتبون مع أنه كان في مجلسه من الزحام غير قليل، وذلك يوم الجمعة بعد الصلاة، فاعادوا عليه مرارا، وجعل يأبى إلا أن يحدثهم، فلما ألحوا عليه وأكثروا فقال: أملي عليكم، ولم يدعهم حتى أملى عليهم شاءوا أو أبوا، وكان أبي رحمة الله عليه حضر مجلسه فتعجب من صلابته.

وأسند الحارثي في «كشف الآثار» 82: عن يوسف بن محمد بن عبد الله النيسابوري، قال: حدثنا محمد بن عبد الوهاب، قال: كنا عند المقرئ قال: حدثنا أبو حنيفة، فقال بعضهم: لانريد، فقال: دعوه، حدثنا النعمان بن ثابت فجعلوا يكتبونه، فقال المقرئ: أموات غير أحياء، قال: قوم لايعرفون اسم أبي حنيفة ولايعرفون فضله ولاتقدمه يقولون: لانريد، لله علي ألا أحدثكم شهراً.

وأسند الحارثي في «كشف الآثار» 81: عن عبد الله بن عبيد الله وغيره، قال: سمعت علي بن خشرم، يقول: كان المقرئ يحلف يقول: لا أحدثكم حتى تكتبوا من حديث أبي حنيفة رضي الله عنه.

وأسند الحارثي في «كشف الآثار» 3847: عن موسى () بن عبدالله النسفي، قال: حدثني محمد بن سلمة البلخي، قال: خرجنا إلى البصرة في كتابة الحديث، واختلفنا إلى شيخ، فأخرج لنا أحاديث أبي حنيفة، وجعل يملي علينا، فتركها بعض أهل الحديث وامتنع عن كتابتها، فجلس الشيخ يومين أو ثلاثة عن الحديث وقال: أدركت أبا حنيفة رحمه الله وكان يجالسه فلان وفلان وسالت دموعه على خديه، وهؤلاء لايكتبون حديثه قال: فتشفعنا إليه حتى أخرج لنا أحاديث أبي حنيفة فكتبناها عنه.

المستفاد:

"الموسوعة الحديثية لمرويات الامام ابی حنيفة، پر کیے گئے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ" (مرکز دارالحدیث، بہرائچ)